وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ (المائدہ رکوع ۷) فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِيْنَ (المدثر رکوع ۲)

قوم کیلئے جو صداقت قرآن پر یقین رکھتی ہو اللہ سے بہتر حکم دینے والا کون ہے؟ ان لوگوں کو کیا ہوگیا کہ وہ التذکرہ سے اعراض کرتے ہیں؟

کتاب لاجواب موسوم بہ

فصل الخطاب

جسکا تاریخی نام التذکرہ ۱۳۵۶ھ اور دوسرا تاریخی نام

اطاعت امیر کی بابت قرآن مجید کا مکمل فیصلہ ہے ۱۹۳۷ء

مصنفہٗ

اکبر شاہ خاں نجیب آبادی

اس کتاب کو

محمد ایوب خاں منیجر مکتبہ عبرت نجیب آباد (یو۔پی) سے شائع کیا

اور

مدینہ پریس بجنور میں باہتمام محمد مجید حسن (پرنٹر) چھپا

فہرست مضامین فصل الخطاب

دیباچہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۝ 12.111 ۱۹۳۲

الحمد لله الذي أنزل على عبده الكتاب ولم يجعل له عوجا ۝ قيما لينذر بأسا شديدا من لدنه ويبشر المؤمنين الذين يعملون الصالحات أن لهم أجرا حسنا ۝ ماكثين فيه أبدا ۝ وينذر الذين قالوا اتخذ الله ولدا ۝ ما لهم به من علم ولا لآبائهم ط كبرت كلمة تخرج من أفواههم ط إن يقولون إلا كذبا ۝ (الکہف۔ رکوع ۱)
إن الله وملائكته يصلون على النبي ط يا أيها الذين آمنوا صلوا عليه وسلموا تسليما ۝ (الاحزاب رکوع ۷)

اللهم صل على سيدنا ومولانا محمد وبارك وسلم۔ اما بعد

کئی سو سال سے روئے زمین کے بڑے بڑے فلاسفروں حکیموں اور عالموں کے
درمیان یہ مسئلہ زیر بحث چلا آتا ہے، اور اس پر یورپی مفکرین نے بہت سی کتابیں
بھی لکھ ڈالی ہیں کہ نسل انسانی کو اس ربع مسکون پر آباد رہنے کے لیے کونسا بہترین
اسلوب اختیار کرنا چاہیئے۔ معاشرت واخلاق وتمدن کے ایک بہترین قابل عمل اور
ہمہ گیر نظام اور اسکے زیر عمل لانے کی ضرورت تو سب کو بلا اختلاف تسلیم ہے لیکن وہ
نظام کہاں ہے؟ کونسا ہے؟ کسنے بنایا ہے؟ کس کو بنانا چاہیئے؟ کس طرح بنانا چاہیئے؟
بنایا جاسکتا ہے یا نہیں؟ نہیں بنایا جاسکتا تو کیوں؟ بنایا جاسکتا ہے تو اب تک کیوں
نہیں بنا؟ وغیرہ سوالات کے متعلق بحث ونظر اور غور وفکر کا سلسلہ برابر جاری ہے۔
اسی حقیقت کو دوسرے الفاظ میں یوں بھی ادا کیا جاسکتا ہے کہ نسل انسانی جو بالطبع
اور فطرتاً ایک قانون اور نظام سلطنت کے ماتحت امن وامان کے ساتھ زندگی بسر کرنا

چاہتی ہے اُسکے نظامِ سلطنت کا مسئلہ آجتک زیر بحث ہے اور یورپ کے دقیقہ سنج گرہ کشائی سے عاجز رہے ہیں۔

مفکرین یورپ اِس مسئلہ کیطرف متوجہ ہو کر موشگافیاں دکھانیوالوں میں متقدم نہیں ہیں، اُنسے سیکڑوں سال پہلے امام المورخین ابن خلدون مغربی اِسی موضوع پر بہت کچھ آزادانہ لکھ گئے ہیں اور مقدمۂ ابن خلدون ہی سے یورپی مفکرین کو اسطرف متوجہ ہونے کا موقع بہم پہونچا یا ہے لیکن کیا یہ مسئلہ اتنی ہی تھوڑی اور محدود عمر رکھتا ہے؟ ہرگز نہیں! جب سے اولادِ آدم دُنیا میں موجود ہے اُسیوقت سے یہ مسئلہ چھڑا ہوا ہے کہ نسل انسانی کیلئے قانون اور نظام کون بنائے؟ یہی بحث ہے جو متبعین انبیاء اور طاغوتیوں کے درمیان شروع سے چلی آتی ہے متبعین انبیاء کہتے ہیں کہ جس نظام یا جس قانون کی نسلِ انسانی کو ضرورت ہے اُس کو وہی اقتدار اعلیٰ بنا سکتا۔ بناتا اور عطا فرماتا ہے جو انسانوں کا خالق و مالک اور علیم و حکیم ہے اور جس کو خُدائے واحد ولاشریک کہتے ہیں اور اُسیکے عطا فرمودہ نظام کے ماتحت نسلِ انسانی کو اپنی تمام مطلوبہ سعادتیں حاصل ہو سکتی ہیں۔ طاغوتی اور شیطانی گروہ ہمیشہ اُسکے ماننے سے انکار اور نسلِ انسانی کو اپنے مَن گھڑت اور اذیت رساں نظامات کے ماتحت لانے کی کوشش کرتا رہا ہے۔ حق و باطل یا نُور و ظلمت کی اِس طویل معرکہ آرائی کی ایک مفصل روئداد میں اپنی کتاب موسومہ نظامِ سلطنت میں کئی سال ہوئے پیش کر چکا ہوں۔

مذکورہ بحث آجکل جس منزل پر پہونچی ہوئی ہے اُسکا خلاصہ یہ ہے کہ ساری دُنیا جمہوریت و ملکیت اور سرمایہ و محنت کی معرکہ آرائی میں مصروف ہے اور ہندوستانی اخبارات۔ ہندوستان کی سیاسی انجمنیں۔ ہندوستانی مفکرین۔ ہندوستانی مصنفین اور ہندوستانی لیڈر بھی اِس معرکہ آرائی میں کم و بیش حصہ لے رہے یا کم از کم اسکا تماشا بغور دیکھ رہے ہیں۔ مسلمان بھی جن کی اکثریت اپنے مذہب کی حقیقت سے ناآشنا ہے ہندوستان کی آبادی کا ایک حصہ ہیں اور غیر ممکن ہے کہ وہ کسی ایک یا دوسرے

فریق کا کوئی اثر قبول نہ کریں۔ لہٰذا ضرورت ہے کہ اس نازک زمانے میں اُنکے قدم کو غلط راستے سے بچانے اور انھیں صراط مستقیم کیطرف متوجہ کرنے کے لیئے بتایا جائے کہ قرآن مجید اب سے ساڑھے تیرہ سو سال پہلے اس بحث کا کس طرح مکمل فیصلہ کرچکا ہے؟ قرآن مجید کا فیصلہ کیا ہے؟ قرآن مجید کی روشنی میں مسلمان کس آسانی سے حقیقت آشنا بن سکتے ہیں اور سیاسی پیچیدگیوں کے حل کردینے کے لیئے قرآن مجید سے کیسی عظیم الشان بصیرت حاصل کیجاسکتی ہے

اس کتاب کے لکھنے کی ضرورت اسلیئے اور بھی زیادہ محسوس ہوئی کہ آجکل ہندوستان میں بعض ایسی غیر اسلامی تحریکات نہایت چالاکی کے ساتھ خالص اسلامی تحریکات کے رنگ میں جاری کی گئی ہیں جن کو دیکھ کر بڑے بڑے سمجھ دار لوگ بھی فریب میں آسکتے ہیں۔ ان تحریکات کے چلانیوالوں کی زندگی کا مذہبی پہلو سخت مشتبہ و مخدوش اور ان کی ریاکارانہ مسلم افگن کارروائیاں۔ دین اسلام کی بنیادوں کو کھوکھلا کر دینے پر آمادہ نظر آتی ہیں۔ انھوں نے نہایت چالاکی کے ساتھ زہر کی گولیوں پر شکر چڑھا کر اور مسلمانوں کی جہالت سے فائدہ اُٹھا کر دینِ اسلام ہی کے مٹا ڈالنے کا سامان فراہم کرنا چاہا ہے۔ ینابیع الاسلام۔ اثمار شیریں۔ تاویل القرآن جیسی خطرناک، اور پڑھے لکھے مسلمانوں کو گمراہ کر دینے والی کتابیں بھی جب بیکار ثابت ہوئیں اور اسلام کا کچھ نہ بگاڑ سکیں تو اب اسلام کی شہ رگ پر نشتر رکھنے کے لیئے یہ عظیم الشان فریب کام میں لایا اور جاہل مسلمانوں کو مذہبی مسئلہ کی حیثیت سے بتایا جارہا ہے کہ اسلام اس بات کی تعلیم دیتا ہے کہ مسلمانوں کا امیر یا ولی الامر مطاع مطلق اور مختار ناطق یا ڈکٹیٹر ہوتا ہے اور وہ ایک ایسا شخص بھی ہوسکتا ہے، جو ارکان اسلام کا خود بھی پابند نہ ہو۔ اُس امیر یا ولی الامر کے ہر حکم کو خدا کے حکم کیطرح ناقابل تنسیخ سمجھنا ضروری اور اُس کی اطاعت بلاقید و شرط فرض ہے،، اس قسم کے شرکیہ و بدعیہ اعمال و عقائد سے اسلام کی بنیادوں کے متزلزل اور ہٹلر و مسولینی کیلیے مسلمانوں میں راستہ صاف ہونے کا قوی احتمال ہے۔ اور دُنیا میں حق کے پامال اور اپنی مطلق العنانی کی حفاظت کرنے اور سرزیادتی و ناراستی کو حق بجانب دکھانے کے لیئے یہی اصول موضوعہ ہر ایک باطل پرست کا ہمیشہ سے طرز رہا ہے

امتیاز رہا ہے اور اسلام اسی انسانیت سوز تعلیم کے مٹانے کے لیئے آیا ہے۔ اس کو اسلام کے سر تھوپنا اور مسلمانوں کو اس کا عامل بنانے کی کوشش کرنا کس قدر عجیب اور کس قدر حیرت انگیز ہے ٭

اس کتاب کے پُرغور مطالعہ سے نہ صرف یہ کہ مذکورہ فریب ہی پاش پاش ہو جائیگا بلکہ مسلمانوں کی آنکھوں کے سامنے ایک ایسی روشنی آجائے گی جس میں وہ روح اسلام کو اپنی آنکھوں سے دیکھ سکیں گے۔ میں اپنا کام کر چکا ہوں۔ اب تمام زندہ دل مسلمانوں کا کام یہ ہے کہ وہ اس کتاب کو ہر مسلمان کے ہاتھوں تک پہونچانے اور اس کی اشاعت کے حلقہ کو وسیع کرنے کی کوشش کریں ٭

میں نے یہ کتاب صرف مسلمانوں کے لیئے لکھی ہے جو قرآن مجید کو خدا کی کتاب اور اکمل و مکمل ہدایت نامہ یقین کرتے ہیں جو شخص اسلام کے اصولی عقائد ہی کا قائل نہ ہو اُسکو پہلے حجۃ الاسلام اور نظامِ سلطنت نام کی میری دونوں کتابیں بغور مطالعہ کرنی چاہیئیں ٭

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اکبر شاہ خان
نجیب آباد

۱۷ مئی سنہ ۱۹۳۷ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

حامدًا و مصلیًا

تمہید

انسان اگر اِس خاکدان میں چوپایوں، پرندوں، کیڑے مکوڑوں اور درندوں کی طرح محض دُنیوی زندگی بسر کرنے کے لیئے پیدا کیا گیا ہوتا تو اُسکو بھی حواسِ ظاہری و قوائے جسمانی کے ساتھ دیگر حیوانات کی طرح ایک غیر متغیر و غیر مترقی عقلِ حیوانی کافی تھی جس سے اس کی دُنیوی زندگی کی تمام ضروریات پوری ہوسکتی تھیں لیکن خدا تعالیٰ نے انسان کے لیئے اِس دُنیوی زندگی کے بعد ایک اُخروی دائمی زندگی تجویز فرما کر اس دُنیوی محدود زندگی کو مہلتِ عمل و اس دُنیا کو دار العمل ٹھہرا کر اس دُنیا میں اسکی پیدائش کی غایت غرض عبادت و فرمانبرداری قرار دی اور دوسری اُخروی زندگی اور اس دوسرے جہانِ آخرت کو جزا و سزا کا مقام بنا کر انسان کی منزلِ مقصود اِس جہانِ آب و گل سے بہت دُور آگے مقرر فرمائی اور دُنیا میں اُس کو باقی دُنیوی مخلوق کا مخدوم اور سب سے زیادہ شریف و معزز قرار دیا۔

اسکے علم کو وسیع اور عقل کو مآل اندیش و ترقی یاب بنانے کے لیئے حواس کے علاوہ دوسرے ذرائع معرفت یعنی وحی و الہام۔ ہدایت نامجاتِ الٰہیہ اور ہادیانِ برحق بھیجکر بھی اُسے نوازا اور اِن اعلیٰ ترین سامانوں کی بخشش کے ساتھ ہی گمراہ کن جذبات اور سیدھے راستے سے جُدا کردینے والی طاقتیں بھی اُسکے پیچھے لپٹا دیں تاکہ نفس و شیطان کے تقاضوں کو شکست دیکر اور اس امتحان میں کامیاب ہوکر بادشاہِ حقیقی کے حضورِ عالی مرتبہ دالانعام یافتہ بن سکے اور رضائے الٰہی کے بُلند و برتر مقام کا وارث ہوسکے اگر امتحان میں ناکامیاب اور نفس و شیطان کا مغلوب ہوجائے تو اس غلط کاری و گمراہی کے نتیجہ میں اُس پست و ذلیل و اذیت رساں مقام میں پہنچکر سزایاب ہو جس کا نام جہنم ہے

اس اجمال کی تفصیل حجۃ الاسلام اور نظام سلطنت کے ثلث اوّل میں موجود ہے اس جگہ نہ تفصیل کا موقع ہے نہ دلائل بیان کرنے کی گنجائش۔

اتباعِ ہدایت

نسلِ انسانی جب اس دُنیا میں موجود ہوئی تو خدا تعالیٰ نے سب سے پہلے اس کو واقف و آگاہ بنایا کہ:-

فَاِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ مِّنِّیْ ھُدًی فَمَنْ تَبِعَ ھُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ (البقرہ۔ رکوع ۴)

پس یاد رکھو کہ جب میری طرف سے تمہارے پاس کوئی ہدایت آئے تو جو کوئی پیروی کریگا تو ایسے لوگوں کے لیئے کسی قسم کا خوف اور غمگینی نہیں ہوگی۔

اس آیت سے پہلے یہ بتا دیا تھا کہ انسان اپنی فطری حالت اور طبعی استعدادوں کے اعتبار سے اگرچہ پاک اور جنت نشینی کی قابل ہے لیکن اس کو گمراہ کرنے والی طاقتیں گمراہ بھی کر سکتی ہیں اور وہ معرض خطر میں ہے۔ اس آیت میں بتایا کہ وہ اگر ہدایت الٰہیہ یعنے انبیاء علیہم السّلام کے ذریعہ آئی ہوئی ہدایت کی اتباع و پیروی کرے تو گمراہ کن ہستیوں کے خطرہ سے محفوظ و مامون ہو سکتا ہے اور آگے فرمایا کہ جسنے ہدایتِ آلٰہیّہ کو قبول نہ کیا اور اس کی تعمیل کو ضروری نہ سمجھا وہ جہنمی ہوگا۔ یہ بھی بتا دیا کہ یہ ہدایت آلٰہیہ جس کی پیروی کرنے سے انسان لاخوف ولا یحزن ہو سکتا ہے ہر شخص کو نہیں ملے گی بلکہ خدا تعالےٰ اپنے برگزیدہ بندوں یعنی رسولوں کے ذریعہ بھیجے گا۔ دوسری جگہ مذکورہ آیت کے مفہوم کو ان الفاظ میں فرمایا کہ:-

یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ اِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ رُسُلٌ مِّنْکُمْ یَقُصُّوْنَ عَلَیْکُمْ اٰیٰتِیْ فَمَنِ اتَّقٰی وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ (الاعراف۔ ۴)

اے بنی آدم جب کبھی ایسا ہو کہ میرے پیغمبر تم میں پیدا ہوں اور میری آیتیں تم کو پڑھ کر سنائیں تو جو کوئی متنبہ ہوکر برائیوں سے پرہیز کرے گا اور اپنے آپ کو سنوارے گا اُسکے لیئے کوئی اندیشہ و غم نہ ہوگا۔

اوپر کی سورۂ بقرہ والی آیت میں ھُدًی کا لفظ آیا تھا اور اس سے اگلی ہی آیت میں

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ کہہ کر بتا دیا تھا کہ ہدایت سے مراد آیات الٰہیہ ہیں۔ سورۂ اعراف کی اِس آیت میں بھی آیات کا لفظ استعمال فرما کر صاف طور پر بتا دیا کہ اُس ہدایت سے مراد وہ آیات الٰہیہ ہیں جو انسانوں کو پیغمبروں کے ذریعہ ملیں گی۔

لغتِ عرب میں ہدایت کے معنی ہیں "مہربانی کے ساتھ ایسی رہنمائی کرنا جو اصل مطلوب یعنی منزل مقصود تک پہونچا دے اور کامیاب و فائز المرام بنا دے"۔ ہدایت کے کئی درجے ہیں۔ لیکن قرآن مجید میں جہاں کلام الٰہی اور انبیاء کے ذریعہ نازل ہونیوالی ہدایت کا ذکر ہے اُس سے مراد پیغمبروں کی وحی ہے اور اُسی کامل ہدایت کا اِس جگہ ذکر آیا ہے

تبع کے معنی ہیں نقشِ قدم پر چلنا اور حکم پر عمل کرنا پس معلوم ہوا کہ انسان اسی طرح اپنی سعادت اور فوز و فلاح کو پا سکتا اور مقصد یاب و کامران ہو سکتا ہے کہ وہ آیاتِ الٰہیہ یعنی کتاب اللہ کے احکام کی تعمیل کرے وَالسَّلٰمُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى (اور اُس پر سلامتی ہے جو ہدایت کی پیروی کرتا ہے) ایک دوسری جگہ فرمایا۔

فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى (سورۂ طٰہٰ۔ رکوع ۷)	پھر یاد رکھو کہ جب میری طرف سے تمہارے پاس ہدایت آئے تو جو کوئی میری ہدایت کی پیروی کرے گا وہ گمراہ نہ ہوگا اور نہ مبتلائے اذیت ہوگا اور جو کوئی میرے ذکر سے منہ پھیرے گا تو اُسکے لیے تنگی کی زندگی ہوگی اور قیامت کے دن اُسے اندھا اُٹھائینگے۔

یہاں خدا تعالیٰ نے خود ہی اپنی ہدایت کو ذکر فرما کر بتا دیا کہ ہر شخص قیامت تک قرآن مجید ہی کی اتباع کا مکلف ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ○ (الحجر۔ رکوع ۱) قرآن مجید کی نسبت فرمایا کہ:۔

وَاِنَّهٗ لَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ○ (النمل۔ ۶)	اور وہ (قرآن مجید) یقیناً مومنوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے

دوسری جگہ فرمایا:۔

هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ط (البقرہ۔ رکوع ۲۳)	قرآن جو انسان کے لیے ہدایت ہے اور ہدایت کی روشن دلیلیں رکھتا ہے اور حق و باطل کو الگ الگ کر دینے والا ہے۔

پس معلوم ہوا کہ اب نسل انسانی کے لیئے قابل اتباع چیز اور ایسی ہدایت جس کی پیروی کیجائے اور جو محفوظ و موجود ہے۔ قرآن مجید ہی ہے اور ہر انسان دعوت قرآنی کا مخاطب اور اُس کی پیروی کا مکلّف ہے۔

پھر ایک جگہ قرآن مجید ہی کی نسبت فرمایا:۔

وَهٰذَا كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ فَاتَّبِعُوهُ وَاتَّقُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ۝ (الانعام۔ رکوع ۲۰)	یہ کتاب جسے ہم نے اُتارا ہے برکت والی ہے۔ تم کو چاہیئے اُس کی پیروی کرو اور احتیاط سے کام لو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

پھر فرمایا:۔

هٰذَا بَصَائِرُ مِنْ رَبِّكُمْ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۝ (الاعراف رکوع ۲۴)	یہ قرآن تمہارے رب کی طرف سے روشن دلائل اور یقین رکھنے والوں کے لیئے ہدایت رحمت ہے۔

پھر فرمایا:۔

فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ ۚ أُولٰئِكَ الَّذِينَ هَدَاهُمُ اللّٰهُ ۖ وَأُولٰئِكَ هُمْ أُولُو الْأَلْبَابِ (الزمر۔ رکوع ۲)	اے رسولؐ ہمارے اُن بندوں کو خوشخبری سُنا دو جو ہمارے کلام کو کان لگا کر سُنتے اور اُس کی ہدایت کی جو بہترین ہدایت ہے پیروی کرتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت دی ہے اور یہی عقل سلیم رکھنے والے ہیں

میں نے صرف اِس بات کے ثبوت میں کہ انسان کو خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ ہدایت کی پیروی کا حکم ملا ہے، اور اُسی کی نازل فرمودہ ہدایت انسان کو فوز و فلاح سے ہمکنار اور کامیاب بنا سکتی ہے، اوپر قرآن مجید کی چند آیتیں مع ترجمہ درج کر دی ہیں اور خود اپنی طرف سے کسی دانش فروشی اور حاشیہ آرائی کی مطلق ضرورت محسوس نہیں کی۔ میرا خیال ہے کہ ہر ایک وہ شخص جو قرآن مجید کو کتاب الٰہی یقین کرتا ہے مذکورہ حقیقت کے متعلق کسی شک شبہ میں مبتلا نہیں رہ سکتا۔ قرآن مجید کی مذکورہ آیات نہایت واضح۔ روشن اور براہین قاطعہ ہیں۔ اور اسی قسم کے سیکڑوں آیات قرآن مجید میں اور بھی ہیں لیکن مذکورہ حقیقت کے خلاف ہرگز ہرگز کوئی آیت قرآن مجید میں موجود

نہیں اور کیسے ہوسکتی تھی جب کہ قرآن مجید کا پکارے گلے اعلان ہے کہ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ۔ (النساء رکوع ۱۱)

ہدایت کے اتباع و انکار کی تفصیل

نسلِ انسانی جس کو خدا تعالےٰ کی طرف سے پہلا حکم اتباعِ ہدایت کا ملا تھا اغوائے شیطانی سے متاثر ہو ہوکر بار بار ہدایت آلہیہ کی طرف سے اعراض کرتی اور اپنی گری ہوئی ذلیل خواہشوں اور غیر خدا ہستیوں کے اشاروں پر چلنے کے لیئے آمادہ ہوتی اور اغوائے شیطانی کا شکار بنتی رہی ۔

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَافَّةً وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوَاتِ الشَّيْطٰنِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ (البقرہ ۔ رکوع ۲۵)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو تم پورے طور یعنی اعتقاد و عمل کی ساری باتوں میں مسلم ہو جاؤ اور شیطانی وسوسوں کی پیروی نہ کرو شیطان تو یقیناً تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے

پھر یہودیوں کی نسبت فرمایا :-

وَلَمَّا جَاءَ هُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتَابَ كِتَابَ اللّٰهِ وَرَاءَ ظُهُوْرِهِمْ كَأَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيَاطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمَانَ ۝ (البقرہ ۔ ۱۲)

اور جب اللہ کی طرف سے ایک رسول آیا جو اُس ہدایت آلہیہ کی تصدیق کرنیوالا تھا جو انکے پاس موجود تھی (یعنی توریت) تو اُن اہل کتاب کے ایک گروہ نے کتاب الہٰی کو اس طرح پس پشت پھینک دیا کہ گویا وہ اُسے جانتے ہی نہیں اور ان باتوں کی پیروی کی جو شیطان سلیمان علیہ السلام کی نبوت و سلطنت کی نسبت افترا کے طور پر پڑھا پڑھایا کرتے تھے ۔

پھر ایک جگہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کے متعلق احکام بتا کر فرمایا ۔

وَأَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهِ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ (الانعام ۔ رکوع ۱۹)

اور یہ ہی میرا سیدھا راستہ ہے اِسی کی پیروی کرو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو کہ وہ تم کو خدا کے راستے سے الگ کر دینگے یہ وہ بات ہے جس کا خدا تعالےٰ نے تم کو بتاکید حکم دیا ہے تاکہ تم پرہیزگار بنجاؤ ۔

پھر فرمایا :-

قُلِ اللّٰہُ یَھْدِیْ لِلْحَقِّ ط اَفَمَنْ یَّھْدِیْٓ اِلَی الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ یُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا یَھِدِّیْٓ اِلَّآ اَنْ یُّھْدٰی فَمَا لَکُمْ کَیْفَ تَحْکُمُوْنَ ۵ وَمَا یَتَّبِعُ اَکْثَرُھُمْ اِلَّا ظَنًّا ط اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا ط اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌۢ بِمَا یَفْعَلُوْنَ ۵
(یونس - رکوع ۴)

اے رسول کہہ دو کہ اللہ ہی حق کی طرف ہدایت کرتا ہے پھر وہ جو راہ حق دکھائے اُس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ اُس کی پیروی کیجائے یا وہ جو خود ہی راہ نہیں پاتا جب تک اُسے راہ نہ دکھائی جائے تمھیں کیا ہوگیا ہے تم کیسے فیصلے کر رہے ہو۔ ان لوگوں میں زیادہ تر ایسے ہی لوگ ہیں جو صرف ظن کی پیروی کرتے ہیں حالانکہ حق کے مقابلے ظن بھی کچھ کام نہیں دے سکتا یقیناً یہ جو کچھ کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ اُس کو جانتا ہے +

یہاں نہایت صاف طور پر اس بات کا فیصلہ ہوگیا کہ جو خود محتاج ہدایت ہو وہ اپنی باتیں مبرا عن الخطا قرار دے کر دوسروں سے نہیں منوا سکتا اور ہدایت الٰہیہ کے مقابلے میں انسانی تجاویز سراسر ہیچ و پوچ و ناکارہ ہیں لیکن دُنیا میں اکثر لوگ ایسے ہوتے ہیں جو انسانوں کی تجویز کی ہوئی ظنّی باتوں کی پیروی پر آمادہ ہو جاتے ہیں اور خداتعالیٰ کی طرف سے بھیجے ہوئے حق یعنی کتاب اللہ کی پروا نہیں کرتے +

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا :-

قُلْ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰہَ وَلَآ اُشْرِکَ بِہٖ ط اِلَیْہِ اَدْعُوْا وَاِلَیْہِ مَاٰبِ ۵ وَکَذٰلِکَ اَنْزَلْنٰہُ حُکْمًا عَرَبِیًّا ط وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَھْوَآءَھُمْ بَعْدَ مَا جَآءَکَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَکَ مِنَ اللّٰہِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا وَاقٍ ۵
(الرعد - رکوع ۵)

اے رسول کہہ دو کہ مجھے تو صرف یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ کی بندگی کروں اور کسی ہستی کو اُس کا شریک نہ بناؤں میں سب اللہ ہی کی طرف تمھیں بُلاتا ہوں اور اُسی کی طرف میرا رُخ ہے اور اسی طرح ہم نے اُس کو یعنی قرآن مجید کو ایک کھلے فیصلے کی شکل میں اُتارا ہے اگر تو نے اس حصول علم کے بعد ان لوگوں کی خواہشوں کی پیروی کی تو پھر اللہ کے مقابلے میں نہ کوئی تیرا کارساز ہوگا نہ بچانیوالا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کی لاثانی ہدایت کے مقابلے میں کسی دوسرے شخص کی خواہشات کو مقدم کرنا کس قدر خسران و زیان کا موجب ہو سکتا ہے جب کہ خود مہبطِ

وحی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو بھی مذکورہ الفاظ میں متنبہ کیا گیا ہے۔ لیکن انسان جس کے پیچھے ترغیباتِ شیطانی اورخواہشاتِ نفسانی لپٹی ہوئی ہیں۔ حق و ہدایت کی طرف سے بار بار مُنہ پھیرتا اور گمراہی کے گڑھوں میں گرتا رہا ہے، چنانچہ فرمایا۔

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ۝ (مریم۔ رکوع ۴)	پھران نیک اعمال لوگوں کے بعد اُنکے نا خلف جانشین ہوئے جنہوں نے نماز کو ضایع کیا اور نفسانی خواہشوں کی پیروی کی پس اُن کی سرکشی اُنکے آگے آئیگی۔

جب کفار نے صداقتِ قرآن کی اُن دلائل سے عاجز ہو کر جو توریت سے مستنبط تھیں توریت و قرآن دونوں سے سِحرانِ تَظَاهَرَا یعنی دو جادو ہیں جو ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں، کہہ کر انکار کر دیا، تو حکم ہوا کہ:۔

قُلْ فَأْتُوا بِكِتَابٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ أَهْدٰى مِنْهُمَا أَتَّبِعْهُ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ ۝ فَإِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ أَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ أَهْوَاءَهُمْ ط وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ط إِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِيْنَ ۝ (القصص رکوع ۵)	اے رسول تم ان لوگوں سے کہو کہ اگر تم سچے ہو تو کوئی اللہ کی طرف سے آئی ہوئی کتاب لاؤ جو اِن دونوں (توریت قرآن) سے زیادہ ہدایت والی ہو تاکہ میں اُس کی پیروی کروں پس (اس مطالبہ کا) اگر وہ تجھے جواب دیں تو سمجھ لو کہ وہ اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں اور اُس سے بڑھ کر گمراہ کون ہو سکتا ہے جو اللہ کی طرف سے آئی ہوئی ہدایت کے بغیر اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہے خدا تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ نسلِ انسانی کے لیئے ہمیشہ ہدایت خُدا تعالیٰ ہی کی طرف سے آتی رہی ہے اور ہدایتِ الہیہ کے خلاف کوئی چیز انسانی کامرانی کے لیئے قابلِ اتباع ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتی اور ہدایتِ الہیہ کی طرف سے اعراض کرنیوالے اپنی خواہشات ہی کے غلام ہوتے ہیں۔ سورہ لقمان میں خدا تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَإِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا ط أَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطَانُ يَدْعُوْهُمْ إِلٰى عَذَابِ	اور جب ان لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی اُتاری ہوئی ہدایت کی پیروی کرو تو اغوائے شیطانی کی وجہ سے کہتے ہیں کہ ہم تو اُس کی پیروی کرتے ہیں جس پر ہم نے اپنے بزرگوں کو

السَّعِيرِ ۝ وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗ اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ط وَاِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ۝ (لقمان - رکوع ۳)

پایا ہے۔ چاہے شیطان انکو دہکتی ہوئی آگ کے عذاب کی طرف ہی کیوں نہ بلا رہا ہو۔ اور جو شخص اپنے آپکو اللہ ہی کی فرمانبرداری میں لگا دیتا ہے اور وہ نیک اعمال بھی ہو تو اُسنے ایک ہی مضبوط جائے گرفت کو پکڑ لیا ہے اور سارے کاموں کا انجام تو اللہ تعالےٰ ہی کے اختیار میں ہے۔

پس ثابت ہوا کہ ہدایتِ آلہیہ یعنی قرآن مجید کو چھوڑ کر انسانوں کی مجوزہ تدابیر و اعمال کی پیروی کرنا ہلاکت و عذابِ سعیر کیطرف قدم اُٹھانا ہے۔ پھر فرمایا کہ:-

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ ط لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ط (المائدہ - رکوع ۷)

اور جو خدا تعالیٰ کی نازل کی ہوئی ہدایت کے موافق فیصلہ نہ کرے تو وہ فاسق لوگ ہیں اور ہمنے اے رسول تیری طرف وہ کتاب اُتاری ہے جو برحق ہے اور پہلی کتابوں کی مصدق اور محافظ ہے پس تو اُنکے درمیان اُسکے مطابق فیصلہ کر جو اللہ نے نازل کیا اور تیرے پاس جو حق آچکا ہے اس کو چھوڑ کر ان لوگوں کی خواہشوں کی پیروی نہ کر اے نسلِ انسانی! ہمنے تم میں سے ہر ایک جماعت کے لیے ایک شریعت اور مسلک مقرر کیا تھا۔

نہج اور شرع دونوں کے معنی کُھلے راستے کے ہیں۔ جو راستہ اللہ تعالےٰ نے انسانوں کو بتایا ہے اُس کو شریعت اور منہاج کہا جاتا ہے۔ امام المفسرین حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو فہمِ قرآن میں مسلّم طور پر فضیلت رکھتے ہیں اور جنکے فہم قرآنی پر رسول اللہ صلعم نے مُہرِ تصدیق ثبت فرمائی ہے، فرماتے ہیں کہ جو قرآن شریف تعلیم فرماتا ہے وہ شریعت ہے۔ اور جو سُنّت بتاتی ہے وہ منہاج ہے یعنی رسول اللہ صلعم جو کتاب لائے وہ شریعت ہے اور جو آپنے نمونۂ عمل پیش کیا وہ منہاج ہے اور یہ دونوں کُھلے ہوئے اور واضح طریق ہیں اور دونوں پر عمل ضروری ہے، قرآن مجید کو مہیمن فرما کر یہ بھی بتا دیا کہ یہ اپنے آپ سے پہلے کی نازل شدہ صداقتوں اور ہدایتوں کا جامع اور امین اور محافظ بھی ہے، اور انکا ناسخ بھی ہے اس لیئے اب قرآن مجید ہی محکم ہے اور اُسی کا فیصلہ

قابل عمل ہوگا اور پہلے ہدایت ناموں اور ہادیوں کے شرع ومنہاج کا ذکر کرکے یہ بھی بتا دیا کہ اب صرف وہی شریعت ومنہاج قابل عمل ہوگی جو قرآن مجید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ قایم ہوئی ہے۔ اسی مضمون کو مفصل بیان فرماتے ہوئے فرمایا کہ:۔

اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ ط وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ۵ (المائدہ۔ رکوع ۷)	کیا یہ لوگ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں اور یقین لانے والوں کے لیئے خدا سے بہتر فیصلہ کرنے والا کون ہوسکتا ہے!

خدا تعالیٰ نے جہاں اپنی عبادت اور اپنے احکام کی کامل فرمانبرداری کا حکم انسان کو دیا ہے، وہاں اپنی خالقیت اور اپنے محسن حقیقی ہونے کیطرف بھی توجہ دلائی ہے، مثلاً سورہ بقر کے تیسرے رکوع میں فرمایا یٰاَیُّھَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّکُمُ...... تا...... اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۵ ترجمہ "اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو جسنے تمہیں اور اُن کو جو تم سے پہلے تھے پیدا کیا تاکہ تم متقی بنو وہ رب کہ جسنے زمین کو تمہارے لیئے قرارگاہ اور آسمان کو اونچی چھت بنایا اور اوپر سے پانی برسایا۔ پھر تمہارے لیئے اُس پانی کے ذریعہ پھلوں سے رزق اُگایا پس تم کو چاہیئے کہ اللہ کے لیئے ہمسر نہ ٹھہراؤ اور یہ بات تم جانتے ہو"

پس کیسے ہوسکتا تھا کہ جس خدا نے انسان کو زندگی اور زندگی کی تمام ضروریات عطا فرمایئں وہ انسان کو اُسکے اعمال کے لیئے کوئی دستورالعمل اور کوئی ہدایت نامہ عطا نہ فرماتا اور انسان کو اُس کی ناقص اور محدود عقل اور بے لگام جذبات کے سپرد کرکے چھوڑ دیتا کہ خود اپنی نجات و کامیابی کے لیئے ٹاپک ٹوئیے مارتا پھرے۔ قرآن مجید اس مضمون کی آیات سے بھرا پڑا ہے کہ نسل انسانی کے لیئے صحیح رہبری تعلیمات و ہدایات الٰہی کے سوا اور کسی طرح ممکن نہیں اور انسان اپنی سعادت و نجات اور حقیقی کامیابی کو پا ہی نہیں سکتا جب تک کہ قرآن مجید اور سنت رسول اللہ کو اپنا دستورالعمل زندگی نہ بنائے لیکن مندرجہ بالا تمام آیات سے ثابت ہے کہ دُنیا میں آلٰہی ہدایت سے انکار کرنیوالے بھی ضرور موجود ہوتے رہے اور آنحضرت صلعم کے زمانے میں بھی لوگ قرآن مجید کی ہدایتِ کامل سے مُنہ پھیرنے اور

اپنی خواہشات اور ظنّی باتوں کی پیروی کرنیوالے موجود تھے۔
انسان ہدایت آلہیہ کیطرف سے کیوں اعراض کرتا اور اپنے مقصدِ حیات کو خود کیوں برباد کر دیتا ہے میرے نزدیک اسکا جواب آدم و شیطان کے اُس واقعہ میں موجود ہے جس کا ذکر البقرہ اعراف ۔ الحجر بنی اسرائیل اور دوسری سورتوں میں ہے۔ اس واقعہ میں فطرتِ انسانی محرکِ گناہ ۔ اور ارتکابِ گناہ کی طرف صاف اور مکمل اشارہ موجود ہے آدم و حوّا کا جنّتی اور پُر سکون و بافراغت زندگی بسر کرنا انسان کی اُس فطری حالت کیطرف اشارہ ہے ۔ کہ وہ ابھی ہدایت آلہیہ اور کلام الٰہی کا مخاطب نہیں ہوا ۔ اور اوامر و نواہی کا مکلف نہیں بنایا گیا ۔ لیکن اُسکے اندر فطری طور پر اس قدر طاقت نہ تھی کہ ترغیباتِ شیطانیہ کے مقابلے میں قایم رہ سکے، چنانچہ اُسنے ترغیب شیطانی کو قبول کر کے اپنے راحت و آرام کے مقام کو کھو دیا شیطان نے تکبر کیا ۔ انجام کی طرف سے غافل ہو کر حکم الٰہی کی تعمیل سے انکار کیا ۔ وسوسہ اندازی کرنے ۔ دھوکا دینے ۔ بہکانے ۔ جھوٹی توقعات دلانے اور محسن حقیقی یعنی خدا تعالیٰ کی طرف سے بدگمان بنانے میں مصروف ہوا ۔

وَقَالَ مَا نَهَاكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ إِلَّا أَنْ تَكُونَا مَلَكَيْنِ أَوْ تَكُونَا مِنَ الْخَالِدِينَ (الاعراف ۔ رکوع ۲)	اور اُسنے (شیطان نے) کہا تمہارے ربنے تم کو اس درخت سے نہیں روکا ۔ مگر صرف اسلیے کہ تم فرشتے نہ بنجاؤ یا ہمیشہ رہنے والوں میں سے نہ ہو جاؤ ۔

آدم کا جذبہ حرص و ہوا مشتعل ہوا اور وہ لالچ میں آکر ارتکاب معصیت پر آمادہ ہوگیا ۔ شیطان نے قسمیں کھا کھا کر اور انجام کی خوبی کا از راہِ فریب یقین دلا کر اور اپنے آپ کو خیر خواہ جتا کر آدم سے حکم آلہی کی خلاف ورزی کرائی ۔ چنانچہ آدم سے لباسِ تقویٰ جدا ہوگیا اور اُسکے بہیمی جذبات نمایاں ہوگئے اور وہ اپنے عیوب کو چھپانے کی ناکام کوشش میں مبتلا ہوا ۔ وَقَاسَمَهُمَا إِنِّي لَكُمَا لَمِنَ النَّاصِحِينَ ۝ فَدَلَّاهُمَا بِغُرُورٍ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْآتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفَانِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَرَقِ الْجَنَّةِ
نسلِ انسانی میں بیشک ہدایت ناماتِ الٰہیہ کی خلاف ورزی کرنیوالے دو ہی قسموں کے لوگ پائے جاتے ہیں ایک وہ جو شیطان کے مظہر اور خود گمراہ ہو کر دوسروں کو گمراہ کرنے

کی کوشش میں مصروف رہتے ہیں۔ دوسرا گروہ جو ہدایت نامہ الٰہیہ کو پس پشت ڈال کر اول الذکر شیاطین الانس کے فریب میں مبتلا ہو کر گمراہ ہو جاتے ہیں۔ ان دونوں قسم کے گمراہوں میں سے ایک کو عامل اور دوسرے کو معمول یا ایک کو نمبردار اور دوسرے کو عوام بھی کہا جا سکتا ہے۔ ان دونوں قسم کے مجرموں کا ذکر قرآن مجید میں بار بار آیا ہے۔

يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُولُونَ يَا لَيْتَنَا أَطَعْنَا اللَّهَ وَأَطَعْنَا الرَّسُولَا ۝ وَقَالُوا رَبَّنَا إِنَّا أَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَاءَنَا فَأَضَلُّونَا السَّبِيلَا ۝ (الاحزاب۔ رکوع ۸)

جس دن انکے منہ آگ میں الٹائے جائینگے کہیں گے اے کاش ہمنے اللہ کی اطاعت کی ہوتی اور ہم نے رسول کی اطاعت کی ہوتی اور کہیں گے اے ہمارے رب ہم نے اپنے سرداروں اور بڑے لوگوں کی اطاعت کی سو انھوں نے ہمیں رستہ سے گمراہ کر دیا۔

دنیا میں جس قدر نافرمانی الٰہی ہو رہی ہے اس کی حقیقت آدم و شیطان والے واقعہ میں اصولی طور پر نظر آسکتی ہے اسجگہ زیادہ تفصیل کی نہ گنجایش ہے نہ ضرورت حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نیکی اور گناہ کی تعریف ان جامع و مانع الفاظ میں بیان فرمائی ہے کہ نیکی وہ عمل ہے جس کو انسان ہمہ تن حکم الٰہی اور منشائے الٰہی کی تعمیل میں محو ہو کر کرتا ہو اور گناہ وہ عمل ہے جو شیطانی تحریک اور شیطانی اطاعت سے کیا جاتا ہے

رَبِّ أَعُوذُ بِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِينِ وَأَعُوذُ بِكَ رَبِّ أَنْ يَحْضُرُونِ ۝ (المؤمنون۔ ۶) (اے میرے پروردگار میں تیری جناب میں شیاطین کی وسوسہ اندازی سے پناہ چاہتا ہوں اور اے میرے رب اس سے بھی پناہ چاہتا ہوں کہ وہ میرے پاس آئیں)

مذہب

مذہب وہ تمیز یا امتیاز ہے جسکے ذریعہ افعال انسانی کو اچھا یا برا کہا جاتا ہے۔ یعنی مذہب برائی اور بھلائی کے اس معیار کا نام ہے جو مدون و معین ضابطہ یا قانون کی حیثیت رکھتا ہو سچا اور صحیح مذہب وہ ہوتا ہے جسکی بنیاد حقیقی سچائی پر ہو اور جسکے ذریعہ دل کے فعل یعنی عقیدہ اور افعال جوارح یعنی اعمال انسانی کی اصلاح ہو کر غلطی سے

بچا جاسکے۔ فطرت چونکہ حقیقی سچائی ہے۔ لہٰذا مذہب اسلام کی بنیاد خدا تعالےٰ نے فطرت پر رکھی ہے۔

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ط فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ط ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ وَاتَّقُوْهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا ط كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ٥ (الروم۔ رکوع ۴)

تو صرف دین خالص ہی پر قایم رہ جو صرف خدا ہی کی فرمانبرداری کا حکم دیتا ہے یہ اللہ کا وہ قانون فطرت ہے جس پر اس نے انسان کو پیدا کیا یعنی انسانی فطرت اسی دین کے موافق ہے اور اس قانون میں تبدیلی ممکن نہیں یہ مذہب بہت صحیح اور سیدھا ہے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے، دیکھو اللہ ہی کی طرف متوجہ رہو اُس کی نافرمانی سے بچو۔ نماز کی پابندی کرو مشرکوں میں سے نہ ہو جاؤ جنھوں نے مذہب میں پھوٹ ڈالدی اور گروہ گروہ ہوگئے۔ اب ہر گروہ کے پاس جو کچھ ہے اُسی پر اترا رہا ہے۔

غلط اور نادرست مذہب کی شناخت یہ ہے کہ اُس کی بنیاد اُن خیالات پر ہو جو انسان کے دل میں پیدا ہوتے ہیں مدعا یہ کہ سچے مذہب میں دل کا فعل یعنی عقیدہ مذہب سے پیدا ہوتا ہے اور غلط مذہب خود دل کے فعل یعنی عقیدہ سے پیدا کیا جاتا ہے سچا مذہب وہ ہے جو ایجاد نہیں کیا جاتا۔ بلکہ منکشف ہوتا ہے اور انسان اُسے تسلیم کر لیتے ہیں اور وہ دستیاب ہو جاتا ہے۔ بنایا نہیں جاتا۔

ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَاءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ٥ (الجاثیہ۔ رکوع ۷)

پھر ہمنے تجھے اپنے حکم سے ایک خاص طریقہ پر رکھا۔ تو اُسی پر چل اور جاہلوں کی خواہشات کی پیروی نہ کر۔

اور فرمایا:۔

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ط (القصص رکوع ۵)

اُس شخص سے زیادہ گمراہ کون ہوسکتا ہے جو اپنی نفسانی خواہش کا تابع ہوا اور اللہ کے احکام پر نہ چلے۔

اور فرمایا:۔

إِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا (النجم۔۲) ظن و قیاس دریافت حقیقت کے لیے کچھ مفید نہیں ہوتے

استحقاق تقنین

شمالی ہند کا رہنے والا ایک دیہاتی جب بار بار دیکھتا ہے کہ جولائی اور اگست کے مہینوں میں بارشیں زیادہ ہوتی ہیں تو وہ جون کے مہینے میں اپنے گھر کی کچی چھتوں کو درست کر لیتا اور بوسیدہ چھپروں کی جگہ نئے چھپّر بندھوا لیتا ہے کیونکہ تجربہ کی بنا پر اُس کو مستقبل قریب میں بارش سے واسطہ پڑنے کا علم ہے، ایک باپ اپنے بیٹے کو مدرسہ میں داخل کر کے تعلیم دلانا ضروری سمجھتا ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ جاہل اور بے پڑھے لکھے آدمی کو نہ عزت حاصل ہوتی ہے نہ معقول روزگار میسر ہو سکتا ہے ایک سپہ سالار جب اپنی فوج کو میدان جنگ میں دشمن کے مقابلے کے لیئے لیجاتا ہے تو پہلے اُنکو کارتوس تقسیم کر دیتا ہے کیونکہ اسکو معلوم ہے کہ اگر سپاہیوں کے پاس سامان حرب نہ ہوا تو دشمن کو زیر نہیں کیا جا سکے گا۔

شمالی ہند کے دیہات میں جون کے مہینے میں چھپّروں اور چھتوں کا درست کرنا۔ باپ کا اپنے بچوں کو تعلیم دلانا اور سپہ سالار کا لڑائی سے پہلے سپاہیوں کو کارتوس تقسیم کر دینا حفاظت اور حصول مقصد کے لیئے ایک ضابطہ اور قانون کہا جا سکتا ہے اور یہ ضابطہ محض اسلیئے بن سکا کہ پیش آنیوالی ضرورت اور اُسکے رفع کرنے کی تدبیر کا پہلے سے علم حاصل ہو چکا تھا۔ تعزیرات ہند کے مصنفین کو اگر ہندوستان کے باشندوں کے متعلق پیش آنے والی ضرورتوں کا کوئی اندازہ و علم نہ ہوتا تو وہ ہرگز یہ قانون نہ بنا سکتے اور چونکہ آئندہ کے متعلق اُنکا علم کامل نہ تھا اسلیئے جوں جوں لوگوں کو بعد میں علم حاصل ہوتا گیا وہ اس قانون میں ترمیم کرتے گئے اور یہ سلسلہ برابر جاری ہے اور رہے گا۔ پس معلوم ہوا کہ جسقدر مستقبل کے متعلق کسی کو زیادہ علم حاصل ہوگا اُسی قدر وہ زیادہ صحیح قانون بنا سکے گا۔ انسان کے پاس مستقبل کے متعلق ناقص و نا تمام علم حاصل کرنیکے ذرائع تجربہ۔ قیاس حواس وغیرہ سب کے سب ہی محدود و ناقص ہیں لہٰذا اُسکے مجوزہ قوانین کبھی ناقابل ترمیم

نہیں ہوسکتے اور ہمیشہ اسکا مشاہدہ ہوتا رہتا ہے۔

ہر قانون اور ہر آئین کے بنانے کا ایک مدعا و مقصد ہوتا ہے۔ قانون ساز کو اگر قانون پر عمل کرنیوالوں کے ساتھ ہمدردی ہے اور وہ انکا خیرخواہ ہے تو ایسا قانون بنائیگا جس سے قانون پر چلنے والوں کو فائدہ پہونچے اور اگر وہ انکا دشمن ہے تو ایسا قانون بھی بنا سکتا ہے جو مضرت رساں ہو مثلاً برہمنوں کے بنائے ہوئے وہ آئین جو شودروں کے لیئے بیحد اذیت رساں ثابت ہوئے۔

قانون اور آئین جو تمدنی ضرورتوں کے لیئے بنائے جائیں انکا بنانیوالا خود نتائج قانون سے بالاتر اور بے نیاز ہو ورنہ قانون ساز از راہ خودغرضی اپنے بنائے ہوئے قانون کے ذریعے اپنے لیئے بہت سے فوائد فراہم اور دوسروں کے حقوق کو غضب کرسکتا ہے جیسا کہ ہندوستان میں برہمنوں نے کیا۔ اور غیرملکی قانونساز اب بھی کرنا چاہتے ہیں اور تمام شخصی سلطنتوں میں یا پادشاہوں سے ظہور میں آتا رہا ہے اور انسانی تنظیمات نے ہمیشہ حرص و ہوا کو ترقی دیکے قانون عامہ کے تصور کو تباہ و برباد کیا ہے اور نسل انسانی ہمیشہ ان انسانی قوانین سے نالاں اور غیرمطمئن رہی ہے۔

اب اس بات کے تسلیم اور یقین کرلینے میں کیا تامل ہوسکتا ہے کہ مفید و ناقابل تنسیخ قانون وہی بنا سکتا ہے جو کامل علم رکھتا ہو حقیقی ہمدرد و مہربان ہو۔ اور بے احتیاج ہو۔ ظاہر ہے کہ مخلوق کے متعلق علم تام خالق کے سوا دوسرے کو نہیں ہوسکتا اور ظاہر ہے کہ الرحمٰن سے زیادہ مہربان دوسرا نہیں ہوسکتا اور ظاہر ہے کہ الصمد سے بڑھکر بے احتیاج دوسرا نہیں ہوسکتا لہذا خدا تعالےٰ کے سوا کوئی دوسری ہستی ایسی نہیں ہوسکتی جو انسان کے لیئے کامل و مکمل اور ناقابل ترمیم قانون بنا سکے۔

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس قادر و مقتدر خدا کا بنایا ہوا قانون موجودات عالم میں جاری و ساری ہے۔ جمادات۔ نباتات۔ حیوانات سب اسکے قانون میں جس کو سنت اللہ یا قانون قدرت کہا جاتا ہے۔ جکڑے ہوئے ہیں اور کسی کو اس کی خلاف ورزی کا موقع حاصل نہیں وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ط اگر ہم خدا تعالےٰ کے اس قانون میں جس کو لاآف نیچر کہتے ہیں ترمیم و تنسیخ کا اختیار رکھتے تو سرو کے درخت

میں لیچیاں پیدا کرتے۔ بیروں میں گٹھلیاں پیدا نہ ہونے دیتے اور گدھے کے سر کی طرح گائے بیل کے سر سے سینگ جدا کر دیتے اور اپنی اس حماقت وجہالت کو عقل و دانائی قرار دے کر اس مصلحت اندیش حقیقی کے قانون میں اصلاح و ترمیم کرنیوالے بنجاتے لیکن اسکا قانون ہماری دسترس سے باہر عیب و سقم سے پاک، ناقابل ترمیم اور موجودات عالم میں پوری طاقت و شوکت کے ساتھ جاری و ساری ہے، اور تمام مخلوقات عالم ایک ذرہ بیمقدار سے لیکر آفتاب عالمتاب تک اس کی تعمیل و فرمانبرداری میں ہمہ تن مصروف اور بے اختیار ہے۔

مخلوقات عالم میں صرف انسان ہی ایک ایسی مخلوق ہے کہ اسکو خدا تعالیٰ نے ایک محدود دائرہ میں آزاد ارادہ و اختیار دے دیا ہے اور اس آزاد ارادہ و اختیار کے لیے اسکو ایک قانون دے کر اس کی تعمیل چاہی ہے، اسی قانون کا نام دین و مذہب ہے اور اسی کی تعلیم و یاددہانی کے لیے پیغمبر مبعوث ہوتے رہے ہیں اور اسی سلسلہ تعلیم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مبعوث ہو کر تکمیل تک پہونچایا۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔

بعض چالاک شخصوں نے مسلمانوں کے جاہل طبقہ میں اپنی مطلق العنانی اور فرعونی اختیارات قایم کرنے کے لیے یہ منطق بگھاری ہے کہ چونکہ کائنات کی ہر چیز ایک قانون (سنت اللہ) کے ماتحت فرمانبرداری کا اظہار کر رہی ہے اور نافرمانی نہیں کرتی، لہٰذا تم بھی اسیطرح بلاچون وچرا ہمارے احکام اور ہمارے بنائے ہوئے قانون کی فرمانبرداری کیے جاؤ اور اپنی عقل و فہم سب کو لپیٹ کر بھاڑ میں جھونک دو۔ حالانکہ ذی عقل و ذی اختیار ذی ارادہ انسان کے لیے خدا تعالے نے خود قانون شرع عطا فرما کر اس قانون کی اطاعت انسان سے چاہی ہے، اور دوسری تمام مخلوقات کے لیے جو قانون مقرر فرمایا ہے اسکی تعمیل انسے خود کراتا ہے۔ اور انکو خلاف ورزی کا کوئی اختیار نہیں دیا ہے جس طرح اس کا قانون قدرت ترمیم و تنسیخ اور انسانی دست برد سے بالاتر ہے اسی طرح اس کا قانون شرع ترمیم و تنسیخ اور انسانی دست برد سے بالاتر ہے کسی انسان کی کیا مجال ہے کہ وہ

اس میں ترمیم و تنسیخ کرسکے اور کسی دانش فروش کا کیا حوصلہ ہے کہ وہ اسکو ناقص و ناقابل قرار دیکر اس میں اضافہ و اصلاح کا مدعی ہوسکے۔ خدا تعالیٰ کے اس عطا فرمودہ قانون کی تعریف خود خدا تعالیٰ ہی کے الفاظ میں سنیئے :-

کتاب اللہ قرآن مجید

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۙ (البقرہ۔ رکوع ۱)	یہ وہ خاص کتاب ہے جس میں کوئی شک و شبہ نہیں یہ متقی لوگوں کے لیئے رہنمائی کا ذریعہ ہے۔
هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ (آل عمران۔ رکوع ۷)	یہ دنیا کے تمام انسانوں کے لیئے ایک وضاحت اور تشریح ہے اور متقی لوگوں کے لیئے ہدایت اور نصیحت ہے۔
يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاۗءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا ۝ (النساء۔ رکوع ۲۴)	لوگو! تمہارے آقا کیطرف سے تمہارے پاس یہ قرآن واضح آیا یعنی ہم نے تمہاری طرف بہت صاف روشنی بھیجی۔
قَدْ جَاۗءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۙ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ (المائدہ۔ رکوع ۳)	یقیناً تمہارے پاس اللہ کی طرف سے حق کی روشنی اور واضح طور پر بیان کرنیوالی کتاب آچکی ہے اس کتاب کے ذریعہ خدا تعالیٰ اُن لوگوں کو جو رضائے الٰہی کے تابع ہوں سلامتی کی راہوں پر چلاتا اور انھیں اپنے حکم یعنی قانون قدرت خدا کی موافق تاریکیوں سے روشنی کی طرف نکالتا اور کامرانی و مقصدوری کے سیدھے راستے پر چلاتا ہے
وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝ (المائدہ۔ رکوع ۷)	اور جو کوئی اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب یعنی قرآن کے مطابق کسی بات کا فیصلہ نہ کرے وہ کافر ہے۔

وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰہِ حُکْمًا لِّقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ۝ (المائدہ۔ رکوع ۷)	اور اُنکے لیئے جو یقین رکھنے والے ہیں، اللہ سے بہتر حکم دینے والا کون ہوسکتا ہے۔
قَدْ جَآءَکُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّکُمْ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِہٖ وَمَنْ عَمِیَ فَعَلَیْھَا ط (الانعام ۱۳)	تمہارے پاس تمہارے پروردگار کیطرف سے عقل کی باتیں آچکی ہیں اب جو کوئی انکے ذریعہ صاحب بصیرت بنیگا اپنے ہی لیئے بنے گا اور جو کوئی انکی طرف سے اندھاپن اختیار کریگا اسکا وبال اُسی پر پڑیگا
ھٰذَا الْکِتٰبُ اَنْزَلْنٰہُ مُبٰرَکٌ فَاتَّبِعُوْہُ (الانعام۔ رکوع ۱۹)	یہ برکت والی کتاب ہے جس کو ہم نے نازل کیا ہے پس تم اُسی کی پیروی کرو۔
ھُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْھُدٰی وَالْفُرْقَانِ ط (البقرہ۔ رکوع ۲۳)	قرآن جملہ انسانوں کے لیئے ہدایت اور حق و باطل میں فرق کرنیوالے دلائل کا مجموعہ ہے۔
وَلَقَدْ جِئْنٰھُمْ بِکِتٰبٍ فَصَّلْنٰہُ عَلٰی عِلْمٍ ھُدًی وَّرَحْمَۃً لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ۝ (الاعراف۔ رکوع ۶)	اور ہم اُنکے پاس ایسی کتاب لائے ہیں جس کی تفصیل ہمنے علم کے ساتھ کی ہے ہدایت اور رحمت اُن لوگوں کے لیئے جو ایمان لاتے ہیں۔
کِتٰبٌ اُحْکِمَتْ اٰیٰتُہٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَکِیْمٍ خَبِیْرٍ۝ (ھود۔ ۱)	یہ کامل کتاب ہے جسکی آیتیں پختہ بنائی گئی ہیں پھر حکمت اور خبر رکھنے والے خدا کیطرف سے انکی تفصیل کی گئی ہے۔
وَنَزَّلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ وَّھُدًی وَّرَحْمَۃً وَّبُشْرٰی لِلْمُسْلِمِیْنَ۝ (النحل۔ رکوع ۱۲)	اور ہم نے اے رسول تجھ پر ایسی کتاب نازل کی جو ہر شئے کی تشریح ہے اور مسلمانوں کے لیئے ہدایت اور رحمت اور بشارت ہے۔

يَآاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ٥ (یونس - ۶)

اے لوگو! یہ قرآن جو تمہارے رب کیطرف سے تمہارے پاس آیا ہے پند و نصیحت ہے اور تمہارے دل کی بیماریوں کے لیے نسخۂ شفا ہے اور یقین رکھنے والوں کے لیے ہدایت و رحمت ہے۔

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ (بنی اسرائیل رکوع ۱)

یہ قرآن یقیناً نہایت سیدھے اور صحیح راستے کیطرف رہنمائی کرتا ہے۔

لَا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ (حم سجدہ - رکوع ۵)

باطل نہ اسکے آگے سے اسکے پاس پھٹکتا ہے اور نہ اسکے پیچھے سے۔ یہ کتاب حکمت والے تعریف کیے گئے خدا کیطرف سے اتاری گئی ہے۔

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا (محمد - رکوع ۳)

کیا یہ لوگ قرآن میں غور و تدبر نہیں کرتے یا انکے دلوں پر قفل لگے ہوئے ہیں۔

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ٥ (القمر - رکوع ۱)

اور ہمنے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لیے آسان کر دیا ہے کوئی جو نصیحت حاصل کرے۔

رسول اللہ

جب کہ انسان خود اپنا مقنن نہیں بن سکتا تھا اور الٰہی ہدایت کا محتاج تھا تو دنیا میں کوئی قوم ایسی نہیں ہونی چاہیئے تھی جسکے لیے ہدایت الٰہی لانیوالا کوئی ہادی مبعوث نہ ہوا ہو۔ چنانچہ خداتعالے فرماتا ہے۔

لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ (الرعد - رکوع ۱)

ہر ایک قوم کے لیے رہنما آتا رہا ہے۔

اِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ (فاطر ۳)

کوئی قوم ایسی نہیں ہے جس میں کوئی ڈرانیوالا پیغمبر آیا ہو۔

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ ۝ (نحل ۔ رکوع ۵)

اور بے شک ہمنے ہر قوم یا ہر جماعت میں ایک رسول بھیجا اور اُسکے ذریعہ یہی حکم دیا کہ صرف اللہ کی عبادت کرو اور سرکش شیطانی قوتوں سے پرہیز کرو ۔

اور ایسا کیوں نہ ہوتا جب کہ خدا تعالے نے عہدِ الست ہی میں ذُریتِ آدم سے فرمادیا تھا کہ :-

أَن تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هَٰذَا غَافِلِينَ ۝ (الاعراف ۔ رکوع ۲۲)

کہیں ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن تم کہو کہ ہم اس سے غافل تھے ۔

اور ہبوط کے وقت فرمادیا تھا کہ :-

يَا بَنِي آدَمَ إِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنكُمْ يَقُصُّونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِي فَمَنِ اتَّقَىٰ وَأَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (الاعراف ۔ رکوع ۴)

اے بنی آدم جب تمہارے پاس تمھیں میں سے رسول آئیں اور تم کو میری آیتیں سنائیں تو جو کوئی پرہیزگاری اختیار کریگا اور صحیح عمل کریگا ایسے لوگوں پر نہ خوف ہوگا نہ وہ غمگین ہونگے ۔

چنانچہ اس سلسلۂ انبیاء کی آخری کڑی اور ہادیانِ برحق میں آخری اور کامل ہادی علیہ الصلوٰۃ والسلام خدا تعالیٰ کا کامل و مکمل ہدایت نامہ تمام اقوام عالم کے لیے لائے ۔

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ ۚ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا ۝ مُّحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ الخ (الفتح ۔ رکوع ۴)

وہ خدا ہی ہے جسنے اپنے رسول محمد صلعم کو دین حق اور ہدایت دیکر بھیجا کہ اس دین حق کو تمام ادیان پر غالب کرے اور اللہ کافی گواہ ہے۔ محمد صلعم اللہ کے رسول ہیں ۔

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝ (السبا ۔ رکوع ۳)

اور اے رسول ہمنے تجھ کو دنیا بھر کے تمام لوگوں کے لیے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے مگر اکثر لوگ اس بات کو نہیں جانتے ۔

یَآ اَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ ط وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ ط (المائدہ۔ رکوع ۱۰)	اے رسول تجھ پر تیرے رب کی طرف سے جو کچھ نازل ہوا ہے تو اُس کی تبلیغ کر دے اور اگر تو نے یہ کام نہ کیا تو اپنے فرضِ رسالت ہی کو پُورا نہ کیا۔

قرآن مجید اس مضمون کی آیات سے بھرا پڑا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو ہدایت نامہ لیکر آئے وہ کامل ہدایت نامہ ہے اُس میں کوئی کمی یا کجی ہرگز نہیں ہے اور آنحضرت صلعم نے تبلیغ ہدایت میں کوئی کوتاہی وکمی ہرگز نہیں کی اور کسی حکم الٰہی کو لوگوں سے چھپا کر یا راز بنا کر ہرگز نہیں رکھا۔ جیساکہ شیعوں یا دوسرے بعض فرقوں کا خیال ہے۔ آنحضرت صلعم کا سب سے اہم واقدم کام احکام آلہی کی تبلیغ ہی تھا۔

مَا عَلَی الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ ط (المائدہ ۱۳)	خدا کے پیغمبر کے ذمہ اسکے سوا کچھ نہیں کہ پیغام پہونچا دے۔

نہ صرف آنحضرت صلعم ہی کا یہ فرض تھا بلکہ خدا تعالے کے ہر ایک پیغمبر کا یہی فرض رہا ہے کہ وہ پیغام حق کو ضرور کھول کھول کر لوگوں کو پہونچا دیں جب کفار نابکار نے بعض پیغمبران آلہی کی تکذیب کی تو انھوں نے یہی جواب دیا کہ:-

رَبُّنَا یَعْلَمُ اِنَّآ اِلَیْکُمْ لَمُرْسَلُوْنَ ۝ وَمَا عَلَیْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ۝ (یٰس۔ رکوع ۲)	ہمارا رب جانتا ہے کہ ہم یقیناً تمہاری طرف رسُول بنا کر بھیجے گئے ہیں اور ہمارے ذمہ کھول کھول کر پیغام پہونچا دینے کے سوا اور کچھ نہیں۔

صرف مذکورہ آیات ہی میں نہیں بلکہ قرآن مجید میں جہاں کہیں رسولوں کے کام کی ذمہ داری کا ذکر آیا ہے حصر ہی کے ساتھ آیا ہے اور اس سے یہ بتانا منظور ہے کہ رسولوں کا کام صرف دین حق کی تبلیغ کر دینا ہے، دین کا بنانا نہیں ہے، آنحضرت صلعم کو مخاطب کر کے فرمایا

وَکَذٰلِکَ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ط مَا کُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْکِتٰبُ وَلَا الْاِیْمَانُ وَلٰکِنْ جَعَلْنٰہُ نُوْرًا نَّھْدِیْ بِہٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ط (الشوریٰ۔ رکوع ۵)	اور اسیطرح ہمنے اپنے حکم سے تیری طرف ایک کلام وحی کیا تو نہیں جانتا تھا کہ کتاب کیا ہے اور نہ ایمان سے واقف تھا لیکن ہم نے اس وحی کو ایک نور بنایا ہے جس کو چاہتے ہیں اپنے بندوں میں سے اُسکے ذریعہ راہ راست دکھاتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ تمام دکمال مدارِ ہدایت خدا تعالیٰ ہی کی طرف سے آئی ہوئی ہدایت ہے۔ اس میں کسی انسانی تجویز اور انسانی دماغ کی سوچی ہوئی مصلحت کو کوئی دخل نہیں ہوتا اور خدا کا رسول جو احکامِ الٰہی بندوں کو پہونچاتا ہے وہ دیانت و امانت کے ساتھ ہی پہونچاتا ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ رسالت کے لیئے منتخب ہی ایسے شخص کو فرماتا ہے جو فرض رسالت کو انجام دے سکے ٭

اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ (الانعام۔ رکوع ۱۵)	اللہ خوب جانتا ہے کہ کہاں اپنی رسالت کو رکھے (کس کو اپنا رسول بنائے)

رسول کی پہونچائی اور بتائی ہوئی ہر ایک تعلیم خدا کی بھیجی ہوئی ہدایت ہوتی ہے اور اسی لیئے وہ مطاع ہوتا ہے اور اُس کی اطاعت ہر شخص پر فرض ہوتی ہے۔ اور اُسکی پیش کردہ تعلیم کا انکار کرنیوالا کافر ہوتا ہے۔ رسول کے سوا کسی دوسرے شخص کو یا اُسکی پیش کردہ تعلیم کو ہرگز ہرگز یہ مقام حاصل نہیں ہو سکتا ٭

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ سردار اولادِ آدمؑ اور افضل الرسل اور قیامت تک کے لیئے ہادیٔ برحق ہیں لہٰذا آپ کی شان میں خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں جابجا ایسے الفاظ بیان فرمائے جو آپ کو تمام دوسرے انبیاء سے ممتاز کرتے ہیں مثلاً

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ (السبا۔ رکوع ۳)	اور ہمنے تجھ کو اے رسول نہیں بھیجا، مگر سارے ہی انسانوں کے لیئے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ٭
وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ (سورۃ الانبیاء۔ رکوع ۷)	اور ہم نے اے رسول تجھے تمام قوموں کے لیئے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے۔
وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝ (القلم۔ رکوع ۱)	اور تو اے رسول یقیناً عظیم الشان اخلاق پر قائم ہے ٭

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا ۝ (الاحزاب - ۶)

اے پیغمبر ہمنے تجھ کو گواہ اور خوشخبری دینے والا اور آگاہ کرنیوالا اور اللہ کے حکم سے اسکی طرف بلانیوالا اور روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَٰكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ۝ (الاحزاب - رکوع ۵)

محمد صلعم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور انبیاء کے خاتم کی مُہر ہیں۔

پھر آپ ہی کے ذریعے دُنیا کو یہ خوشخبری پہونچی کہ:-

اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا (المائدہ - رکوع ۱)

آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کو مکمل کر دیا اور تمہارے اوپر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے دین اسلام کو پسند کیا۔

لیکن باوجود اس مرتبہ عظیم کے کہ "بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر" آپ کی شان ہے آپکو غیب کی جو باتیں معلوم ہوئیں وحی الٰہی کے ذریعے معلوم ہوئیں۔ وحی الٰہی کے بغیر آپکو غیب کا علم نہ تھا۔

قُلْ لَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَا أَقُولُ لَكُمْ إِنِّي مَلَكٌ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ (الانعام - رکوع ۵)

اے رسول کہہ دے کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔ میں تو صرف اُس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ پر بھیجی جاتی ہے۔

وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَرَدُوا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ (التوبہ - ۱۳)

اور اہل مدینہ میں سے کچھ لوگ نفاق پر اڑے بیٹھے ہیں تو انکو نہیں جانتا ہم انکو جانتے ہیں۔

قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا

اے رسول کہہ دے کہ میں اپنی ذات کیلئے بھی کسی نفع یا

اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ ط وَلَوْ کُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَکْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ وَمَا مَسَّنِیَ السُّوْءُ ج (الاحزاب۔ رکوع ۳)	نقصان کا مالک نہیں ہوں بجز اسکے جو اللہ چاہے اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو بڑا فائدہ حاصل کر لیتا اور مجھ پر تکلیف نہ آتی۔

چونکہ مذہب اور قانون مذہب علیم و خبیر خدا ہی بنا سکتا ہے اور علم غیب سے ناواقف ہستی قانون سازی کا حق نہیں رکھتی۔ لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی اسی طرح احکام الٰہی کی اطاعت لازمی تھی جیسی کہ آپ دوسروں کو اطاعت احکام الٰہی کی تعلیم دیتے تھے اور جسکے متعلق اوپر بعض آیات درج ہو چکی ہیں۔ کسی دوسرے کی کیا مجال ہے کہ با ہمہ جہل و نادانی اپنے خود ساختہ قوانین کی اطاعت کو غیر مشروط طور پر فرض مذہبی قرار دے سکے اور اسلام پر قایم رہتے ہوئے کوئی مسلمان اس اسلام کش فرمایش کو پورا کر سکے۔

اللہ و رسول کی اطاعت

قرآن مجید خدا تعالےٰ اور اُسکے بھیجے ہوئے ہدایت نامے کے سوا کسی کو مطاع حقیقی (جس کی اطاعت لازما کیجائے) قرار نہیں دیتا اور ظاہر ہے کہ جب اصل ہدایت کا تعلق خدا کے سوا کسی دوسرے سے نہیں تو خدا کے سوا دوسرا حقدار اطاعت کیسے ہو سکتا ہے۔ خدا کی اطاعت درحقیقت اُسکے احکام اور اُسکے کلام یعنی اُسکے بھیجے ہوئے کامل ہدایت نامہ (قرآن مجید) کی اطاعت ہے جیسا کہ فرمایا:۔

اَفَغَیْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِیْ حَکَمًا وَّهُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ اِلَیْکُمُ الْکِتٰبَ مُفَصَّلًا ط (الانعام۔ رکوع ۱۴)	کیا اللہ کے سوا میں کسی غیر کو حکم (پنچ) بناؤں؟ اور خدا تو وہ ہے جسنے تمہاری طرف مفصل کتاب نازل کردی ہے۔

یہ ہدایت نامہ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت ہمارے پاس پہونچا ہے، لہٰذا ہم جب قرآن مجید کے احکام کی اطاعت کرتے ہیں تو یہ خود بخود قرآن مجید

کے لانیوالے کی بھی اطاعت ہوتی ہے جس طرح قرآن مجید کی اطاعت خود خدا تعالیٰ کی اطاعت ہے اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت بھی خود خدا تعالیٰ ہی کی اطاعت ہے۔ خدا تعالیٰ نے صاف طور پر قرآن مجید میں جب اپنے رسول کو تمام جہان کے لوگوں اور تمام انسانوں کے لیئے بشیر و نذیر فرما دیا تو رسول کے مطاع ہونے میں کیا شک رہ گیا۔ پھر یہیں تک بات کو مشتبہ اور غیر مفصل نہیں چھوڑا بلکہ صاف طور پر فرمایا کہ۔

اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ۝ (آل عمران۔ رکوع ۱۴)	اللہ اور رسول کی فرمانبرداری اختیار کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْہُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ۝ (الانفال۔۳)	اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ اور اسکے رسول کی فرمانبرداری کرو۔ اور اس کی فرمانبرداری سے مت پھرو درانحالیکہ تم سنتے ہو۔

یہاں اللہ و رسول دونوں کی اطاعت کو ایک ہی اطاعت قرار دیا اس لیئے کہ رسول وہی حکم دیتا ہے، جو خدا نے رسول کے پاس بھیجا ہے۔ اس کی تفسیر دوسری جگہ فرمائی کہ:۔

وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا فَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰی رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ۝ (المائدہ۔ رکوع ۱۲)	اور اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور نافرمانی سے بچو اگر تم خدا اور رسول کی اطاعت سے منحرف ہو جاؤگے تو یاد رکھو کہ ہمارے رسول کا کام تو ہمارے احکام کا صاف صاف پہونچا دینا ہی ہے۔

یہاں اللہ اور رسول دونوں کی اطاعت کو الگ الگ بیان فرما کر کلام اللہ اور اسوۂ رسول دونوں کی طرف اشارہ فرمایا اس لیئے کہ اسوۂ رسول اور کلام اللہ دو چیزیں نہیں بلکہ ایک ہی چیز ہے۔

اُسوہ احکامِ قرآنی پر رسول اللہ کے عمل کرنے کی صورت کا نام ہے اور رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہتر احکام قرآنی پر کون عمل کر سکتا ہے۔ لہٰذا قرآن مجید اگر حکم الٰہی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عمل اس کی تعمیل کا بہترین نمونہ ہے:۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب۔ رکوع ۳)	تمہارے لیے رسول اللہ کے اندر اچھا نمونہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کا ایک یہ بھی کام تھا کہ آپؐ احکام آلٰہی پر عمل کر کے دکھا دیں اور اُمّت اسی نمونہ پر عامل ہو جائے اور اسیطرح تبلیغ احکام آلٰہی اتمام کو پہونچ سکتی تھی:۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نہ صرف کلام الٰہی کے پہونچا دینے والے ہی تھے بلکہ تعمیل احکام الٰہی کے لیے ایک نمونہ بھی تھے اور اسیطرح مقصدِ تبلیغ تکمیل کو پہونچ سکتا تھا اور ظاہر ہے کہ ہدایت آلٰہی یا دین اسلام نہ صرف طاعت وعبادت کے متعلق احکام کے مجموعہ کا نام ہے۔ بلکہ وہ ایک ایسا کامل ومکمل آئین ہے۔ جو اخلاق وتمدن ومعاشرت وغیرہ نسلِ انسانی کی ہر ضرورت کے متعلق ہدایات دیتا ہے۔ انہیں ضروریاتِ انسانی میں قیام سلطنت ونظام حکومت بھی شامل ہے۔ انسان اور انسانی ماحول تغیر پذیر بھی ہے اور معاشرتی وتمدنی حالات کا متغیر ہوتے رہنا انسان کے ترقی پذیر اور شریف مخلوق ہونے کی بھی ایک علامت ہے، لہٰذا انسانی ضروریات کو پورا کرنے اور انسان کی ہر حالت میں رہبری کرنے کے لیئے ہدایت کا ۲ حصوں یا ۲ درجوں میں منقسم ہونا لازمی تھا۔ ایک ہدایت کا وہ حصہ جو جمیع اصول اور تمام پختہ وغیر متغیر اور لازمی احکام واعمال پر مشتمل اور انسانی تصرف سے بالاتر اور اپنے الفاظ میں بھی محفوظ ومنضبط اور ہمیشہ کے لیئے بنی نوع انسان کی ہدایت کا نصاب ہو اور آئندہ پیش آنے والی ایسی ضرورتوں کے متعلق بھی اصولی احکام اپنے اندر رکھتا ہو جو نزول ہدایت کے وقت موجود نہ تھیں۔

لِكُلِّ نَبَإٍ مُّسْتَقَرٌّ ۖ وَسَوْفَ تَعْلَمُونَ (الانعام۔ رکوع ۸)	اور ہر خبر کا ایک وقت مقرر ہے اور کچھ دنوں کے بعد تم کو معلوم ہو جائیگا:۔

دوسرا وہ حصّہ جو ماحول کی تمام تبدیلیوں اور تمام متغیر و متبدل حالات میں طریق عمل اختیار کرنے کے لیے صحیح راستہ دکھانے کا سامان ہو اور حالات و ماحول میں کیسی ہی تبدیلیاں واقع ہو جائیں وہ ہر حالت کے موافق رہبری و رہنمائی کر سکتا ہو اور ظاہر ہے کہ ہدایت کے اس حصّہ کو الفاظ کے ذریعہ نہیں بلکہ مفہوم کے ذریعہ محفوظ ہونا چاہیئے۔ ہدایت کا پہلا اور اصل حصّہ کہ وہی ہدایت کی حقیقت اصلیہ ہے، قرآن مجید یا وحی متلو ہے جو کامل متمم بھی ہے اور محافظ و محفوظ بھی ہے۔ ہدایت کا دوسرا حصہ وہ ہے جس کو وحی خفی یا وحی غیر متلو کہا جاتا ہے اور جس کی رہبری ہیں اور جسکے سانچے میں ڈھل کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی جو انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں اور تمام شعبوں کی جامع ہے ہر انسان کی رہبری کے لیۓ نمونۂ اور سامانِ ہدایت بن گئی اور اسیکو سنّت رسول اللہ کہا جاتا ہے اور اسی لیۓ خدا تعالےٰ نے فرمایا کہ :-

وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْهُ فَانْتَھُوْا (الحشر۔ رکوع ۱)	اور جو تم کو رسول دے وہ لے لو اور جس سے روکے اُس سے رک جاؤ۔

وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی ۝ اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ۝ (النجم۔ رکوع ۱)	رسول اپنی خواہش نفس سے کچھ نہیں کہتا بلکہ جو کچھ کہتا ہے وہ نازل شدہ وحی ہوتی ہے۔

جس طرح اُسوۂ نبوی تعمیل احکام قرآنی کی ایک صورت اور نمونہ ہے اسیطرح سُنت نبوی تعلیم وحی خفی کی ایک صورت اور نمونہ ہے اور اس اعتبار سے کہ منشائے الٰہی اور حکم خدا ہی دونوں میں حقیقی مطاع ہے، اُسوۂ نبوی اور سنت نبوی میں کوئی فرق نہیں، یک ہی چیز ہے اور نبی کی اطاعت خدا ہی کی اطاعت ہے۔ مثلاً قرآن مجید میں خدا تعالےٰ نے حکم دیا ہے۔ کہ نماز کو قایم کرو۔ زکوٰۃ ادا کرو۔ رمضان کے مہینے میں روزے رکھو۔ اب ان احکام کی تعمیل ہم کو اُسی طرح کرنی چاہیئے جیسی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی تعمیل وحی خفی کے ذریعہ ہدایت پا کر کی لیکن قرآن مجید میں چونکہ صرف احکام عبادت ہی نہیں۔ بلکہ موعظۂ حسنہ، ترغیب، ترہیب۔ امثال و نظائر۔ تربیت و تعلیم اخلاق،

دلائل و براہین۔ اخبارِ غیب۔ سیاست وغیرہ سب ہی ضروری چیزیں ہیں اور وہ ہدایت ربانی کی اصل و بنیاد اور محفوظ و مکمل دستور العمل ہے۔ لہٰذا کسی حالت میں بھی اُس سے بے نیازی نہیں ہوسکتی۔ اسیطرح اُسوۂ نبوی سے بھی بے پروائی نہیں اختیار کیجاسکتی۔

اوپر کی تصریح سے یہ معلوم ہوگیا کہ کتاب اللہ اور اُسوۂ رسول اللہ ہدایت الٰہی کا ایک اوّلین اور اُصولی حصہ ہے لیکن وحی خفی کے ذریعے یہی نہیں کہ تعمیلِ احکامِ قرآنی کا طریقہ رسول اللہ صلعم کو بتایا گیا ہو، بلکہ اور بھی بہت سی باتیں خدا تعالےٰ نے اپنی مصلحت کے موافق تعلیم فرمائیں لہٰذا اس وحی خفی کے ذریعہ دی ہوئی تعلیم کا نام قرآن مجید میں حکمت لیا گیا ہے اور اسیکو سنتِ رسول اللہ کہتے ہیں۔ خدا تعالےٰ رسول اللہ صلعم کے تذکرے میں فرماتا ہے کہ:۔

يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝ (الجمعہ۔ رکوع ۱)	(ہمارا رسول) انکو ہماری آیتیں سُناتا ہے اور اُنہیں پاک کرتا ہے اور اُنکو کتاب اور حکمت سکھاتا ہے اور یہ لوگ پہلے کھُلی ہوئی گمراہی میں تھے۔

ظاہر ہے کہ اس آیت میں کتاب اور حکمت دو چیزوں کے تعلیم دینے کا ذکر ہے۔ کتاب سے مُراد کتاب اللہ کے سوا اور کچھ نہیں، اور حکمت سے مُراد سُنّت رسول اللہ کے سوا اور کچھ نہیں۔ سنت رسول اللہ کی پیروی بھی ایسی ہی ضروری ہے جیسے کتاب اللہ کی اسلیئے کہ دونوں کی پیروی حکم الٰہی کی پیروی ہے اور اللہ کی اطاعت اور رسول کی اطاعت دو مختلف چیزیں نہیں ہیں۔

وَمَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ (النساء۔ رکوع ۱۱)	اور جو رسول کی اطاعت کرے اُسنے اللہ کی اطاعت کی۔

اس جگہ یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ سُنّت اور حدیث بالکل الگ اور دو جُدا جُدا چیزیں ہیں لیکن عوام سُنّت اور حدیث کو ایک ہی چیز سمجھتے ہیں۔ سُنّت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اُس عمل یا قول کا نام ہے جو تواتر کے یقین آور ذریعہ اور

سلسلۂ تعامل سے ہم تک پہونچا اور خیر القرون اور اُمتِ مسلمہ میں معمول بہا رہا ہے اور حدیث راویوں کا وہ بیان ہے جو اُنھوں نے آنحضرت صلعم سے کوئی بات سُنکر اکثر اُسکا مفہوم اپنے الفاظ میں ادا کیا اور کمتر آنحضرت صلعم کے الفاظ کو محفوظ رکھا یا آپؐ کی کسی حالت یا عادت یا عمل یا آپ کے متعلق کسی واقعہ کو اپنے الفاظ میں بیان کیا۔

چونکہ احادیث کا اکثر و بیشتر حصّہ روایت بالمعنی ہے اور راویوں کی حالت و حیثیت اور سلسلۂ روایت کے مربوط و مضبوط اور مشتبہ و مشکوک ہونے کے مدارج ہوجانے کی وجہ سے احادیث کے بہت سے درجے ہوگئے لہٰذا اُنکا مرتبہ سُنت ثابتہ سے کمتر اور ظنّی ہوا لیکن اگر کسی حدیث کا قول و فعل رسول ہونا یقین کے درجے تک پہونچ جائے تو اُس حدیث کی تعمیل و اطاعت بھی ایسی ہی ضروری ہوگی جیسے سنت ثابتہ یا آیات کلام اللہ کی تعمیل و اطاعت ضروری ہے اور اُسکے قول و فعل رسول ہونے میں جس قدر شک و شبہ موجود رہے گا اُسیقدر اُس کی تعمیل و اطاعت لازمی نہ رہے گی پھر حدیث کے بعد وہ اصحاب نبوی رضوان اللہ علیہم اجمعین اور بزرگان خیر القرون جن کی نسبت ہم کو یقین ہے کہ وہ اتباعِ ہدایت اور خدا و رسول کی اطاعت کو بہر حال مقدم رکھتے تھے، ہمارے لیئے نمونہ ہو سکتے ہیں اور یہ بھی خدا و رسول ہی کی اطاعت ہے اِسلیئے کہ خدا و رسول ہی نے اُن کو ہمارے لیئے نمونہ اور نجم ہدایت ٹھہرایا ہے۔ لہٰذا مدارج کے اعتبار سے سامانِ ہدایت کی ترتیب اسطرح ہوئی کتاب الٰہی۔ سُنت نبوی۔ آثار صحابہ و خیر القرون۔ لیکن ان سب کی اصل و بنیاد اور حقیقت ایک ہی ہوئی یعنی طاعت الٰہی۔ چنانچہ کتاب الٰہی کی سند پر ہی باقی تینوں چیزوں کی اطاعت ہے، اگر کتاب الٰہی مؤید نہ ہو یا مخالف ہو تو سب کو رد کیا جاسکتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اس کی تشریح فرمادی ہے۔

كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يقول السُّنَّة سنتان سُنَّة فِي فريضة وسنة فِي غير فريضة فالسُّنَّة التِي فِي الفريضة اصلها في كتاب الله	آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں سُنت دو قسم کی ہوتی ہے ایک سنت ضروری ہوتی ہے اور ایک غیر ضروری وہ سنت جو ضروری ہے اس کی اصل کتاب اللہ میں ہوتی ہے اُسکا اختیار کرنا ہدایت اور اُسکا ترک کرنا گمراہی ہے

اخذها هدی وترکها ضلالۃ والسنۃ التی لیس اصلها فی کتاب اللہ الاخذ بھا فضیلۃ وترکھا لیس بخطیئۃ (کشف الغمہ	اور دوسری سنّت جس کی اصل کتاب اللہ میں نہیں اُسکا اختیار کرنا ثواب ہے اور اُس کا ترک کرنا گناہ نہیں ۔

(باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ)

پھر آپؐ نے فرمایا کلامی لا ینسخ کلام اللہ وکلام اللہ ینسخ کلامی (میرا کلام کلام اللہ کو منسوخ نہیں کرسکتا اور کلام اللہ میرے کلام کو منسوخ کرسکتا ہے) کتاب آلٰہی اور سنت نبویؐ کے مقابلے میں باقی دونوں کو رد کردیا جائے گا اور کتاب اللہ سنت ثابتہ اور حدیث صحیحہ کے مقابلے میں چوتھی چیز کو ناقابل التفات سمجھا جائے گا۔ اوران چاروں کے مقابلے میں کسی دانش فروش کی کوئی بات ہرگز قابل پذیرائی نہ ہوگی۔ ان مدارج کی حکمت وضرورت پر کلام کرنا بجائے خود ایک مستقل مضمون کو چھیڑنا ہے جس کی اس جگہ ضرورت نہیں۔ اس تمام بحث کا خلاصہ یہ نکلا کہ مطاع حقیقی ایک ہی ہے یعنی خدا تعالیٰ اور رسول اللہ بھی جن کی شان "وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ" ہے اس لیے مطاع ہیں کہ خدا تعالےٰ نے اُنکی اطاعت کا بلاشرط حکم دیا اور رسول کی اطاعت کو اپنی اطاعت فرمایا پس مطاع مطلق خدا تعالیٰ ہی ہوا۔ بیوی کا شوہر کی اطاعت کرنا۔ شاگرد کا اُستاد کی فرمانبرداری کرنا۔ اولاد کا ماں باپ کے حکم کی تعمیل کرنا۔ فوج کا سپہ سالار کے حکم کو ماننا۔ عوام کا اپنے امیر یا امام کا مطیع ہونا سب اطاعت الٰہی کی شرط پر ہیں یعنی سب کی اطاعت حکم الٰہی کی تعمیل میں کی جاتی ہے۔ ان کو مطاع حقیقی یا مطاع مطلق ماننا اور اُن کی اطاعت بلاشرط کرنا کفر اور شرک ہے جس سے بڑھ کر انسان کے لیئے کوئی لعنت نہیں ہوسکتی اور مومن ایک سکنڈ کے لیئے اس کو برداشت نہیں کرسکتا۔

ایمان باللہ

دُنیا میں جب سے نسل انسانی موجود ہوئی اُسی وقت سے اُسکے لیئے خدا تعالیٰ کی طرف سے بذریعہ وحی ہدایت کا سلسلہ موجود ہوا۔ اس ہدایت الٰہی کا خلاصہ اور اصل اصول ہمیشہ

ایک ہی رہا ہے وہ یہ کہ انسان جو انواعِ مخلوقات میں ایک اعلیٰ تر نوع ہے، خدا تعالےٰ کے سوا کسی کی عبادت و اطاعت و فرمانبرداری اختیار نہ کرے صرف خدا ہی کی مطیع و منقاد رہے اور اپنے حقیقی خالق و مالک کے ساتھ کسی دوسری ہستی کو شریک نہ ٹھہرائے۔ اسی عقیدۂ توحید کو زیادہ روشن اور مکمل کرنے کے لیئے دوسری بات یہ بتائی کہ اس خاکدانِ دُنیا اور اس محدود دُنیوی زندگی کو اپنی منتہا قرار نہ دینا چاہیئے بلکہ نتائج اعمال اور حقیقی خوشحالی و بدحالی کے لیئے ایک دوسرے جہان کا یقین رکھنا ضروری ہے اسی کو ایمان باللہ اور ایمان بالیوم الآخر کہا جاتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہنا چاہیئے کہ ہدایت الٰہی یا مذاہب حقہ نے انسان کے لیئے صفات باری تعالےٰ کے صحیح تصور اور اعمال کی کامل جزا و سزا کے لیئے ایک دوسرے جہان کا یقین پیدا کرنے کا سامان ہمیشہ بہم پہونچایا ہے اور اسی لیئے مذہب کا نام دین رکھا گیا۔ دین کے اصل معنی بدلہ اور مکافات کے ہیں اور مذاہب حقہ کی بنیاد یہی مالک یوم الدین اور یوم الدین کے عقیدے پر رکھی گئی ہے ان دونوں عقیدوں کے علاوہ اور بھی ضروری عقائد ایمان بالرسل۔ ایمان بالکتب ایمان بالملائکہ ہیں جن کا خلاصہ ایمان باللہ اور ایمان بالیوم الآخر ہے۔ یہی ہدایت الٰہی ہے۔ اور اسی کی تمام انبیاء علیہم السلام نے تعلیم دی ہے اور اسی کی کامل و مکمل حالت کا نام اسلام ہے ؎

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ (آل عمران) | یقیناً دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔

مذہب اسلام انسان کو سعادتِ انسانی سے ہمکنار کرنے اور اس کو اس کے مقصود حیات تک پہونچانے کے لیئے ایک مکمل و روشن قانون ہے جو چار حصّوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے اوّل اصلاح عقائد جسکا نام ایمان ہے۔ دوم تعلیم عبادات۔ سوم تہذیب اخلاق۔ چہارم درستیٔ معاملات۔ اسلام یعنی مذہب حق کی بنیاد اور اولین چیز ایمان و عقائد کی درستی و اصلاح ہے بے اختیار و ارادہ رکھنے والا انسان ہی قانون مذہب کا مکلف ہوتا ہے اور با اختیار با ارادہ انسان کی روح اور فطرت سے تعلق رکھنے والے خیالات و عقائد کی اصلاح سے پہلے اُسکے اعمال یعنی عبادات و اخلاق و معاملات کی حقیقی اصلاح ممکن نہیں لہذا اسلام نے سب سے

زیادہ عقائد کی اصلاح پر زور دیا اور عقیدہ یعنی ایمان کو عمل کی روح قرار دے کر إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ کا اعلان کیا۔ اور ایمان کو اعمال پر بہرحال مقدم رکھا اور ہر جگہ اعمال صالحہ کے لیئے ایمان کی شرط کو لازمی قرار دیا۔ جو شخص ایمان وعقیدہ کی اصلاح و درستی کو غیر ضروری قرار دیتا ہے، وہ اسلام اور مذہب حق کی حقیقت سے یقیناً ناواقف و ناآشنا ہے اور منافق و مومن میں کوئی فرق نہیں تسلیم کرنا چاہتا۔

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ (الانبیاء۔ رکوع ۷)

پس جو کوئی اچھے کام کرے اور وہ مومن ہو تو اس کی کوشش کی ناقدری نہ کیجائے گی۔

جن لوگوں نے اپنے عقیدہ کو صحیح اور درست کیئے بغیر اعمال بجالانے شروع کر دیئے ان کو فوراً ٹوک دیا گیا کہ:۔

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ (الحجرات۔ رکوع ۲)

اعراب لوگ کہتے ہیں، ہم ایمان لائے اُنسے کہہ دو کہ تم ایمان نہیں لائے۔ ہاں یہ کہو کہ ہم فرمانبردار ہوئے اور ایمان ابھی تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔

بلکہ جسنے ایمان کی ضرورت سے انکار کیا اُسکے اعمال اکارت قرار دے کر آخرت میں اُس کو خسران زدہ بتایا۔

وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ٥ (المائدہ۔ ۱)

اور جو شخص ایمان سے انکار کرے اُسکا عمل ضایع ہو گیا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانیوالوں میں سے ہے۔

اور ایمان وعقیدہ کی درستی کو نتیجہ خیز اور ثمرات خیز فرمایا:۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ٥ (البقرہ۔ رکوع ۱)

اور اللہ ایسا نہیں ہے کہ تمہارے ایمان کو ضایع کر دے اللہ تو لوگوں پر شفقت کرنیوالا مہربان ہے۔

قرآن مجید میں نہ صرف عقیدہ وایمان کی درستی واصلاح پر ہی زور دیا گیا ہے بلکہ تعلیم فرمودہ اور پیش کردہ عقائد کے درست اور صحیح اور ضروری ہونے کے دلائل بھی بڑی کثرت سے بیان فرمائے گئے ہیں۔ یہ دلائل عقلی بھی ہیں اور فطری بھی۔ نظائر قدرت اور امثال و نظائر سے بھی پیش کیئے گئے ہیں اور انسانی جذبات وعادات اور مشاہدہ

عالم سے بھی۔ انفسی بھی ہیں۔ اور آفاقی بھی۔ قرآن مجید میں سب سے زیادہ زور دشور اور وضاحت کے ساتھ جس عقیدہ کو پیش کیا گیا ہے وہ توحید الٰہی کا عقیدہ ہے کہ اُس کی ذات، صفات و اسماء میں کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے جسکا لازمی نتیجہ توحید فی العبادت ہے کہ خدا تعالیٰ کے سوا کسی کو معبود نہ بنایا جائے۔ اسی کی طرف قرآن مجید نے سخت سے سخت تاکید فرمائی اور پورا پورا زور دیا ہے۔ یہی اصل مذہب اور یہی حقیقت دین اور یہی انسان کا سب سے اقدام اہم فرض ہے اور اسی سے انسان اپنی شرافت کے مقام پر فائز رہ سکتا اور اپنی حقیقی سعادت کو پا سکتا ہے۔

عبادت کہتے ہیں انتہا درجہ کے تذلل اور انکساری کو اور اُس اظہار فرمانبرداری کو جسکے ساتھ اظہار عاجزی بھی ہو۔ ظاہر ہے کہ عاجزانہ فرمانبرداری جس کی کیجائے وہ خدا ہی ہو سکتا ہے۔ دوسرا نہیں ہو سکتا۔ انسان اپنے کمال اور اپنی سعادت کو نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ اپنی پوری طاقتوں کو خدا تعالیٰ ہی کی کامل فرمانبرداری میں نہ لگا دے اسی لئے خدا تعالیٰ نے انسان کی پیدائش کی غرض عبادت بیان فرمائی۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ (الذاریات۔ رکوع ۲)	اور میں نے جنوں اور انسانوں کو پیدا نہیں کیا۔ مگر اسلئے کہ وہ میری عبادت کریں۔
إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ (فاتحہ)	ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔
لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوهُ (الانعام رکوع ۱۳)	اُسکے سوا کوئی معبود نہیں ہر چیز کا پیدا کرنیوالا بس اُسی کی عبادت کرو
وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا (الکہف ۱۲)	اور چاہیئے کہ اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے
إِنَّنِي أَنَا اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدْنِي وَأَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِي (طٰہٰ۔ رکوع ۱)	بیشک میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں پس میری عبادت کرو اور میرے ذکر کے لیئے نماز قایم کرو۔

وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ۝ (الحجر۔ رکوع ۶)	اور اپنے رب کی عبادت کئے جا یہانتک کہ یقیناً آنیوالی موت تجھ کو آ جائے ٭
لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ۝ (الانبیاء رکوع ۲)	میرے سوا کوئی معبود نہیں پس میری ہی عبادت کرو۔
اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ (یوسف۔ ۵)	حکم تو بس اللہ ہی کا ہے اُسنے حکم دیا ہے کہ تم سوائے اُسکے کسی کی عبادت نہ کرو۔ یہی سیدھا دین ہے مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں ٭
وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ (بنی اسرائیل۔ ۳)	اور تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اُسکے سوا کسی کی عبادت نہ کرو

کسی قسم کی فرمانبرداری غیر خُدا کے لئے نہیں!

یہ بتا کر کہ فرمانبرداری کا انتہائی اور اعلیٰ ترین درجہ یعنی عبادت جس طرح خُدا کے سوا دوسرے کے لیئے نہیں اسی طرح اطاعت جسکے معنی ہیں برضا و رغبت حکم کی تعمیل کرنا بھی خدا کے سوا دوسرے کے لیئے نہیں (جیسا کہ اوپر قرآن مجید ہی سے ثابت کیا جا چکا ہے) ٭

اَستعانت یعنی مدد طلب کرنا بھی عبادت و عاجزی کا اظہار ہے لہذا اسکے متعلق بھی انسان کو بتایا کہ خُدا کے سوا کسی کو مستعان نہ سمجھے ٭

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ (الفاتحہ)	ہم تیری ہی عبادت کرتے اور تجھی سے مدد طلب کرتے ہیں

وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ (الانبیاء۔ ۷) اور ہمارا رب رحمٰن ہے جس سے مدد مانگی جاتی ہے۔

فرمانبرداری کی ایک شان اتباع ہے جسکے معنی ہیں "کسی کے نقش قدم پر چلنا" اسکے متعلق بھی فرمایا کہ حکم خدا کے خلاف کسی کی اتباع نہ کرو۔ خدا و رسول کے سوا کسی کے پیچھے نہ چلو (اسکا ثبوت اوپر گزر چکا ہے) ٭

تسلیم کے مفہوم میں بھی فرمانبرداری موجود ہے۔ اسکا مادہ سلم ہے، اسی سے اسلام کا لفظ مشتق ہوا جسکے معنی ہیں "سلامتی میں داخل ہونا اور اپنے آپ کو پورے طور پر خدائیتعالےٰ اور اُسکے احکام کے سپرد کردینا"، تسلیم کے معنی ہیں خدائیتعالےٰ کی قضا و قدر پر راضی رہنا اور احکام الٰہی کی پوری پوری فرمانبرداری کرنا لہٰذا اسکو بھی خدائیتعالےٰ ہی کے لیئے مخصوص کیا۔

اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِیْنَ ط (البقرہ - ۱۴)	میں تمام جہانونکے رب کی جناب میں اپنی گردن جھکاتا یعنی اُسی کی اطاعت کرتا ہوں۔
قُلْ اِنَّ ھُدَی اللّٰہِ ھُوَالْھُدٰی ط وَاُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۵ (الانعام - رکوع ۹)	کہہ دو کہ اللہ کی ہدایت ہی کامل ہدایت ہے اور ہم کو حکم دیا گیا ہے کہ ہم تمام جہانونکے پروردگار کی فرمانبرداری کریں
وَمَنْ یُّسْلِمْ وَجْھَہٗ اِلَی اللّٰہِ وَھُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَکَ بِالْعُرْوَۃِ الْوُثْقٰی ط (لقمان - رکوع ۳)	اور جو شخص اپنے آپ کو اللہ کی فرمانبرداری میں لگادیتا ہے اور وہ احسان کرنیوالا ہے تو اُسنے ایک پائدار رجائے گرفت کو مضبوطی سے پکڑ لیا
وَاُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۵ (المومن)	اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں صرف رب العالمین ہی کی فرمانبرداری اختیار

دین کے اصل معنی مکافات اور بدلہ کے ہیں لیکن یہ لفظ فرمانبرداری کے معنی میں بھی استعمال ہوجاتا ہے اور دعا بھی فرمانبرداری واطاعت کو ظاہر کرتی ہے۔ لہٰذا فرمایا کہ:-

فَاعْبُدِ اللّٰہَ مُخْلِصًا لَّہُ الدِّیْنَ ۵ اَلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ ط (الزمر - رکوع ۱)	فرمانبرداری کو اللہ ہی کے لیئے خالص کرتے ہوئے اُس کی عبادت کرو۔ یادرکھو خالص فرمانبرداری اللہ ہی کے لیئے ہے۔
وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ لَا یَخْلُقُوْنَ شَیْئًا وَّھُمْ یُخْلَقُوْنَ ۵ (النحل - ۲)	جو اللہ کے سوا دوسروں سے مانگتے ہیں وہ دوسرے تو ایسے ہیں کہ کوئی چیز پیدا نہیں کرسکتے بلکہ خود مخلوق ہیں۔

اسیطرح توکل یا بھروسہ کرنے میں بھی عاجزی اور فرمانبرداری کا مفہوم موجود ہے توکل کو بھی خدائیتعالےٰ ہی کے لیئے مخصوص کیا کہ خدا کے سوا کسی دوسرے پر توکل نہ کرو۔

حَسْبِیَ اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَ	اللہ میرے لیئے کافی ہے صرف وہی ایک معبود ہے اُسی پر میرا بھروسہ ہے

هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ۝ (التوبہ - ۱۶)	اور وہی عظیم الشان تخت حکومت کا مالک ہے۔

رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَاِلَيْكَ اَنَبْنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ۝ (الممتحنہ - رکوع ۱)	اے ہمارے پروردگار ہم تجھ ہی پر بھروسہ کرتے ہیں تیری ہی طرف رجوع ہوتے ہیں اور تیرے ہی پاس ہمیں پناہ مل سکتی ہے

اسیطرح قنوت کے معنی عبادت، فرمانبرداری اور سکوت ہیں۔ لہٰذا اس کی نسبت بھی فرمایا وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ اور فرمایا كُلٌّ لَّهٗ قَانِتُوْنَ اور فرمایا وَاقْنُتِيْ لِرَبِّكِ عوذ کے معنی التجا کرنا تعلق اور پناہ طلب کرنا ہیں، اس میں بھی فرمانبرداری کا مفہوم ہے، لہٰذا اُس کو بھی خدا ہی کے لیے مخصوص کیا۔ مثلاً قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ اور فرمایا اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ اور فرمایا وَاِنِّيْ عُذْتُ بِرَبِّيْ اور فرمایا اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ پھر مشرکوں کی نسبت فرمایا رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ

غرض جمیع اقسام و انواع اطاعت و فرمانبرداری کو صرف خدا کا حق ٹھہرا کر کسی دوسرے کی فرمانبرداری کو شرک قرار دیا اور انسان کو ڈرایا کہ:۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا ۝ (النساء - ۷)	یقیناً خدا تعالیٰ نہیں بخشتا اس گناہ کو کہ اُسکے ساتھ شریک بنایا جائے اور جو اس شرک کے علاوہ ہے وہ جسے چاہتا ہے بخشدیتا ہے اور جو شخص اللہ کے ساتھ شریک کرتا ہے وہ ایک بھاری گناہ تراشتا ہے

پھر اسی توحید کو ذہن نشین کرنے کے لیئے انسان کو آگاہ کیا۔

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ؕ (الجاثیہ - رکوع ۲)	اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب کے خدا نے اپنی جناب سے تمہارے کام میں لگایا۔

اور فرمایا:۔

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً ؕ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّ	کیا تم غور نہیں کرتے کہ اللہ نے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے تمہارے کام میں لگا رکھا ہے اور تم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتوں کو پورا کیا ہے اور لوگوں میں سے وہ بھی ہے جو اللہ کے بارے میں جھگڑتا ہے حالانکہ نہ اُسکے پاس

لَا كِتَابٍ مُّنِيْرٍ ہ (لقمان ۔ رکوع ۳) | علم ہے اور نہ ہدایت اور نہ روشن کرنیوالی کتاب۔

تسخیر کے معنی ہیں غالب ہوکر مغلوب کو کسی کام میں لگانا اور اپنے منشا کے موافق چلانا۔ مُسخَّرہ چیز ہے جو خاص کام میں لگائی گئی۔ اسکا مادّہ سخر ہے جسکے معنی کسی کی تحقیر کرنا اور اسپہ ہنسنا ہیں غرض مسخر کا حقیر و کم رُتبہ ہونا بہرطور عیاں ہے۔ مُدعا یہ کہ خدا تعالےٰ نے انسان کو مخاطب کرکے فرمایا کہ ہمنے تمام چیزوں کو تمہاری خدمت گزاری پر مامور کردیا ہے اور انسان کا مرتبہ بلند و برتر بنایا ہے اور اس کو کسی کا خادم نہیں بنایا یہ صرف واحد ولاشریک خُدا ہی کا غلام ہے اور اسکو صرف خدا ہی کے احکام کی فرمانبرداری کرنی ہے خدا کے سوا یہ نہ کسی کا غلام بن سکتا ہے۔ اور نہ کسی سے خوف زدہ ہوسکتا ہے۔

لَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِيْ (البقرہ ۔ ۱۸) | تم لوگوں سے نہ ڈرو بلکہ مجھ اللہ سے ڈرو۔

لَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (آل عمران ۔ ۱۸) | اگر تم مومن ہو تو لوگوں سے نہ ڈرو مجھ سے ڈرو۔

انسان جب پورا پورا موحد اور مومن بنجائے گا اور خدا کے سوا کسی دوسرے کے آگے گردن نہ جھکائے گا تو وہ وسیع النظر بھی ہوگا اُس کی قوتِ عمل بھی زندہ رہے گی اُس کو آزادیٔ ضمیر اور بلند ہمتی بھی حاصل ہوجائے گی اور خدا تعالےٰ نے اُسکو جو اختیار وارادہ عطا فرمایا ہے وہ اپنے اختیار و ارادے کو آزادی کے ساتھ استعمال میں لاکر اپنے مستقبل یعنی اپنی اخروی زندگی کو بہتر بناسکے گا جس طرح اکیلے خدا کا پرستار و فرمانبردار بن کر انسان سب کا مخدوم و آقا بنجاتا ہے۔ اسیطرح خدا کے سوا کسی دوسرے کا پرستار و فرمانبردار بنکر سب سے زیادہ ذلیل و پلید اور سب سے زیادہ ناکارہ و بے توقیر ہوکر اپنے لیئے تمام ترقیات اور حصول سعادت کے دروازے بند کرلیتا اور اپنی شرافت کے بلند ترین مقام سے گرکر رذالت کی تحت الثریٰ میں پہونچ جاتا ہے۔ انسانی آزادی ہی کا نام اطاعت الٰہی ہے اور خدا تعالےٰ نے انسان کو نعمت آزادی سے متمتع کرنے کے لیئے ہی اپنی طرف سے ہدایتِ وحی اپنے رسولوں کے ذریعہ بھیجی ہے۔ کلام الٰہی نے سب سے زیادہ بلند آہنگی کے ساتھ اس بات کا اعلان کیا ہے کہ انسان خدا کے سوا کسی کے آگے اظہار تذلل نہ کرے۔ خدا

کے سوا کسی کے آگے گردن نہ جھکائے۔ خدا کے سوا کسی سے حاجات نہ مانگے۔ خدا کے سوا کسی کو نہ پکارے۔ خدا کے سوا کسی سے نہ ڈرے۔ خدا کے سوا کسی کی اطاعت نہ کرے۔ خدا کی بھیجی ہوئی ہدایت اور خدا کے بھیجے ہوئے ہادی کے سوا کسی کے پیچھے نہ چلے۔ یہی ایمان باللہ کی حقیقت ہے اور اسی میں دینی و دنیوی کامیابیوں کا راز مضمر ہے اور اسی کے ذریعہ دنیا میں طاغوتی طاقتوں کو مٹا کر آلہی حکومت قایم ہوسکتی اور اسیکے ذریعہ ایک انسان دوسرے انسان کا ہمدرد و بہی خواہ بن سکتا اور اسیکے ذریعہ ہر ایک انسان کی آزادی محفوظ ہوسکتی اور اسیکے ذریعہ نظم اور نظام انسانوں میں قایم ہوسکتا ہے، اور نوعِ انسان اس دُنیا ہی میں جنتی زندگی کا نمونہ دیکھ سکتی ہے۔ جہاں غیر اللہ کی فرمانبرداری واطاعت انسان نے اختیار کی اور نظم و نظام درہم برہم ہوا اور انسان اپنی شرافتِ انسانی سے جدا ہوا اور اس کی دُنیوی و اُخروی زندگی رذالتوں اور نجاستوں سے پُر ہوئی ؎

عزیزے کہ از درگہش سر بتافت
بہر در کہ شد ہیچ عزت نیافت!

نسلِ انسانی کی تمام بربادیوں تباہیوں اور گروہ بندیوں کا راز اسی میں پنہاں ہے کہ انسان خدا تعالےٰ کی اطاعت کو خالص نہ رکھ کر دوسروں کی اطاعت کا جوا اپنی گردن پر رکھتا اور دوسروں کو خدا بناتا رہا ہے خواہ وہ جھوٹے خدا خواہشاتِ نفسانی ہوں یا شیطان و جن ہوں یا چاند سورج اور ستارے ہوں، یا پیر و فقیر ہوں یا بادشاہ و امیر ہوں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ (الاحقاف۔ رکوع ۲)	وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ خدا ہی ہمارا پروردگار ہے پھر اسی سیدھی راہ پر قایم رہتے ہیں تو اُنپر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہونگے۔

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝	وہ لوگ جو ایمان لائے اور تقویٰ شعار بنے اُنکے لیے دُنیا کی زندگی اور آخرت میں خوشخبری ہے اللہ کی باتیں بدل نہیں سکتیں یہ بڑی بھاری کامیابی ہے۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ٥ (النحل ۔ رکوع ۱۳)	جو کوئی مرد یا عورت نیک عمل کریگا بشرطیکہ وہ مومن ہو تو ہم اسکو پاکیزہ اور خوشحالی کی زندگی عطا فرمائینگے اور انکے عمل سے بہتر اجر ضرور مرحمت فرمائیں گے ۔

ایمان باللہ اور انسان کی حقیقی آزادی کی اصلیت کو مجروح کرنیکے لیئے شیطانی طاقتوں نے مسلمانوں کو ہمیشہ یہ فریب دیا ہے کہ اسلام چونکہ سلامتی اور فرمانبرداری کا مذہب ہے اور مسلم کے معنی فرمانبردار ہیں ۔ لہٰذا مسلمان کو ہر شخص کا بلا چون وچرا فرمانبردار بنجانا چاہیئے اور ہر شخص کو خدائی اختیار دیکر اپنا مطاع بنا لینا چاہیئے ۔ یہ شیطانی فریب بالکل اسلام کی ماہیت ہی منقلب کر دینا چاہتا دن کو رات ۔ روشنی کو تاریکی اور زندگی کو مرگ بنا دینے پر آمادہ ہے ۔ اسلام بیشک فرمانبردار بناتا اور گردن جھکاتا ہے لیکن صرف خدا کا فرمانبردار بناتا اور صرف خدا کے آگے گردن جھکاتا اور خدا کے سوا ہر ایک کی فرمانبرداری سے روکتا اور خدا کے سوا ہر ایک کے سامنے گردن بلند رکھنے کا حکم فرماتا اور اسیکو انسانی شرافت اور نشانِ اسلام قرار دیتا ہے ۔

موحد کہ در پائے ریزی زرش وگر تیغ ہندی نہی بر سرش
امید و ہراسش نہ باشد زکس ہمین ست بنیادِ توحید و بس

مسلمان مجلس احباب میں اپنے دوستوں کے حکم کو بھی مانتا ہے ۔ گھر میں اپنی بیوی اور بچوں کی باتیں بھی مان لیتا ہے سفر میں اپنے قافلہ سالار کا حکم بھی مانتا ہے ۔ میدان جنگ میں اپنے سپہ سالار کے احکام کی تعمیل کرتا ہے ، بیماری کی حالت میں طبیب کے احکام کی تعمیل کرتا ہے شہر میں میونسپلبورڈ اور عامل کے حکموں کی پابندی کرتا ہے ، اور اس کی تمام زندگی قاعدہ اور سانچے میں ڈھلی ہوئی ہوتی ہے لیکن یہ سب کچھ نتیجہ اسباب کا ہے کہ وہ خدا کے سوا کسی کا مطیع نہیں وہ خدا کے سوا کسی کو مطلق فرمانروا اور مختار ناطق یقین نہیں کرتا ، اور خدا ہی کے حکم کی تعمیل میں سب کے احکام کی تعمیل کرتا ہے ۔ خدا و رسول نے جس جس کے احکام جہانتک ماننے کا حکم دیا ہے وہیں تک مانتا ہے اور خدا و رسول کے سوا کسی کو مطاع مطلق اور غیر مشروط طور پر فرمانروا نہیں مانتا اور چنگیزیت و فرعونیت کے آگے کبھی گردن نہیں

جھکاتا اور عقل وفہم ہوتے ہوئے کبھی لا یعقل چوپایوں کی طرح اپنے آپ کو کسی کے سپرد نہیں کرتا اسلیئے کہ وہ تو صرف ایک ہی واحد ولاشریک خدا کا بندہ اور فرمانبردار بن چکا ہے اور صرف خدا ہی کے احکام بلاچون وچرا مانتا ہے۔ لہذا جب خدا و رسول کے احکام کے خلاف اُس سے کسی حکم کی تعمیل چاہی جاتی ہے تو وہ فوراً انکار کرتا اور بیوی بچے، دوست احباب، قافلہ سالار سپہ سالار طبیب اور عامل، سب کو پرِ کاہ کی برابر بھی وقعت نہیں دیتا۔ اسلیئے کہ وہ خُدا کا، فرمانبردار ہے، اور خدا اُس سے ایسی ہی کامل فرمانبرداری چاہتا ہے اسیطرح نوعِ انسان میں کامل نظم اور پختہ نظام قایم ہو سکتا اور انسانی شرافت باقی رہ سکتی ہے۔ صحابہ کرام رضنے خدا تعالےٰ کی ایسی ہی کامل فرمانبرداری کی تھی اور اسیطرح ماسوااللہ کی فرمانبرداری سے قطعًا انکار کردیا تھا اور اِسی لیئے اُنمیں کامل ضبط ونظام تھا۔ اور اِسی لیئے وہ دُنیا کے فاتح اور سب سے زیادہ بہادر اور جانفروش وبُلند حوصلہ اور ذکی ودانا قوم تھے اور اسی لیئے اُنکو رضی اللہ عنہم ورضوعنہ کا خطاب ملا۔

ایمان بالیوم الآخر

ایمانیات میں ایمان باللہ کے بعد دوسرا اہم عقیدہ روزِ جزا یا دارِ آخرت کا عقیدہ ہے جسکا تذکرہ اوپر بھی ہو چکا ہے، انسان دُنیا میں پیدا ہوتا بچپن، جوانی اور بڑھاپے کے مدارج چند برسوں میں طے کرکے مر جاتا ہے۔ یہ محدود چند روزہ زندگی بسر کرلینے کے بعد اگر وہ بالکل معدوم ہو جاتا ہے، اور اِس دنیوی زندگی کے بعد اُسکے لیئے کوئی مستقبل اور کوئی دوسرا جہان نہیں ہے اور جو کچھ ہے اُسی زندگی کی راحت اذیت ہے تو پھر انسان کو دوسرے حیوانات پر کوئی خصوصی فضیلت و برتری حاصل نہیں رہتی۔ اسلیئے کہ اِس دُنیوی زندگی میں اس مادی دُنیا کے اکثر سامانِ راحت معیشت انسانوں سے بڑھکر بعض حیوانوں کو حاصل ہو جاتے ہیں اور دُنیوی سامانِ معیشت کو خدا تعالےٰ نے متاعِ قلیل کے نام سے تعبیر کیا ہے۔ اِس دُنیا کے سازوسامان اور اِس دنیوی زندگی کی راحت وآسائش کو متاعِ قلیل قرار دے کر

وحی آلہی نے انسان کی اصلی اور حقیقی راحت و آسایش کا مقام ایک دوسرا جہان بتایا ہے اور قرآن مجید نے بار بار انسان کو اُسی دوسرے اُخروی جہان کی طرف متوجہ کیا اور اِس دُنیا کے سامانوں کو حقیر و بے توقیر بتایا ہے:۔

اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ط (الحدید - ۳)

یاد رکھو دُنیا کی زندگی کھیل تماشا ہے اور زینت و سامان مفاخرت ہے اور مال و اولاد کی کثرت ہے۔

مَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ط وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ۝ (الانعام - ۴)

دُنیا کی زندگی کچھ نہیں ہے صرف کھیل تماشا ہے جو متقی ہیں اُنکے لیئے آخرت کا مقام بہتر ہے۔

مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ۚ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى (النساء - رکوع ۹)

دُنیا کا ساز و سامان تو حقیر ہے اور آخرت متقی کے لیئے بہتر ہے۔

اوپر بیان ہوچکا ہے کہ دُنیا کی تمام چیزیں انسان کے کام میں لگی ہوئی ہیں اور انسان کے فائدہ کے لیئے پیدا کی گئی ہیں۔ مذکورہ آیات میں دُنیوی زندگی اور سامان دُنیوی کو بے نتیجہ، بے حقیقت اور حقیر و بے توقیر بتایا گیا ہے، اِس سے لازمی نتیجہ یہ برآمد ہوسکتا تھا کہ خدا تعالیٰ نے یہ تمام کارخانہ بے نتیجہ اور فضول بنایا ہے حالانکہ خدا حکیم ہے اور اُسکا کوئی کام حق و حکمت سے خالی نہیں۔ لہٰذا اِس خدشہ کا بھی قرآن مجید نے جواب دیا ہے اور بتایا ہے کہ یوم آخر پر ایمان لاؤ اور قیامت کا یقین کرو تو تمام خدشات دُور ہوجاتے ہیں۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ۝ مَا خَلَقْنٰهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ (الدخان ۲)

اور ہمنے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ اُنکے درمیان ہے، کھیلتے ہوئے پیدا نہیں کیا ہم نے اُنہیں حق و حکمت کے ساتھ ہی پیدا کیا ہے لیکن اکثر لوگ اِس حقیقت کو جانتے نہیں۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا

اور ہم نے آسمان و زمین کو اور جو کچھ اُنکے درمیان ہے

لَاعِبِیْنَ ○ لَوْ اَرَدْنَا اَنْ نَّتَّخِذَ لَھْوًا لَّا تَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّآ اِنْ کُنَّا فٰعِلِیْنَ ○ (الانبیاء - رکوع ۲)	کھیل تماشا کرتے ہوئے نہیں بنایا۔ بلکہ کسی مصلحت و مقصد سے بنایا ہے اگر ہمیں کھیل تماشا بنانا منظور ہوتا تو ہم اپنی جانب سے ایسا ہی کارخانہ بناتے لیکن ہم ایسا کرنیوالے نہ تھے۔

مدعا یہ کہ اس تمام کارخانۂ عالم کی پیدائش کا مقصد انسانی ترقیات کے لیئے سامان و اسباب بہم پہونچانا اور انسان کو اپنی منزل مقصود تک پہنچانے کے لیئے سفر طے کرانا ہے یہ سفر خود کوئی مقصد نہیں۔ جن لوگوں نے خود اس دنیا اور دنیوی زندگی اور سامانِ دنیا ہی کو اپنا مقصودِ حیات ٹھہرالیا انھوں نے یقیناً ایک لھو اور لعب کو اپنا مقصودِ حیات بنایا اور وہ سخت خسارے اور نقصان میں رہے۔

اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ○ (آل عمران - رکوع ۲۰)	جو عقلمند لوگ کسی حال میں بھی اللہ کی یاد سے غافل نہیں ہوتے کھڑے بیٹھے لیٹے ہر حال میں اللہ کی یاد انکے اندر بسی ہوتی ہے اور جنکا شیوہ یہ ہوتا ہے کہ آسمان و زمین کی پیدائش میں غور و فکر کرتے ہیں اُن پر حقیقت کا دروازہ کھلتا ہے وہ پکار اٹھتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! یہ سب کچھ جو تو نے پیدا کیا ہے بلاشبہ بیکار و عبث پیدا نہیں کیا یقیناً تیری ذات اس سے پاک ہے کہ اس سے فعل عبث صادر ہو۔ الٰہی ہمیں آگ عذاب سے بچالیجیو جو دوسری زندگی میں پیش آنیوالا ہے!

سمجھدار اور غور و فکر سے کام لینے والے لوگوں پر یہ حقیقت منکشف ہو جاتی ہے کہ یہ کارخانۂ عالم کسی اعلیٰ مقصد کے بغیر پیدا نہیں کیا گیا اور انکو یقین آجاتا ہے کہ انسان کی دنیوی زندگی کے بعد دوسری زندگی آنے والی ہے اور اس دوسری زندگی میں اس زندگی کے کیئے ہوئے کاموں کے نتائج پیش آنے والے ہیں۔

خدا تعالیٰ نے منکرین قیامت یک جہانیوں اور متوکلین علی اللہ مومنون دونوں کو بتایا کہ:۔

وَیَعْلَمَ الَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِنَا ؕ	ہماری آیتوں کے بارے میں جھگڑا کرنیوالوں کو معلوم

مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ○ فَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ○ (الشوریٰ۔ رکوع ۴)

ہونا چاہیئے کہ اُنکے لیئے بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں تم کو جو کچھ چیزیں دی گئی ہیں وہ محض دُنیا کی زندگی کا سامان ہے اور جو لوگ اللہ پر ایمان لاتے اور اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں اُنکے لیئے جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ بہتر اور باقی رہنے والا ہے۔

دُنیا اور دُنیوی ساز و سامان کی بے حقیقتی ظاہر فرما کر ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا کہ جو شخص اس دُنیا میں ایمان کے ساتھ اعمال نیک بجا لائیگا وہ اس دُنیا میں نیک نتائج دیکھے گا مگر اُسکو اُسکے اعمال نیک کا پُورا پُورا بدلہ دوسرے جہان میں ملیگا جو بہت ہی عظیم الشان ہو گا جسکے لیئے یہ جہان ناکافی ہے۔ اُسی دوسرے جہان میں شرک و بدعملی کی پُوری پُوری سزا ملے گی۔ اگرچہ یہاں بھی اُسکے کسیقدر بدنتائج سامنے آجاتے ہیں لیکن اصل جزا و سزا کا مقام اور پُوری پُوری پاداشِ عمل اُس دوسرے ہی جہان سے متعلق ہے یعنی انسان کی اصل منزل سعادت و شقاوت وہی دوسرا جہان ہے نہ یہ دُنیوی زندگی، یہ قرآن مجید کا تعلیم فرمودہ ایک ضروری عقیدہ ہے جسکے بغیر ایمان نافع اور کامل نہیں ہو سکتا۔

اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ اِنَّهٗ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بِالْقِسْطِ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ○ (یونس۔ رکوع ۱)

اُسی کی طرف تم سب کو لوٹ کر جانا ہے اللہ کا وعدہ سچا ہے وہی مخلوق کو پہلی بار پیدا کرتا ہے پھر اُسے لوٹاتا ہے تاکہ اُنہیں جو ایمان لاتے اور اچھے عمل کرتے ہیں انصاف کے ساتھ بدلہ دے اور جو کافر ہیں اُنکے لیئے کھولتا ہوا پانی پینے کو اور دردناک عذاب ہے گا اسلیئے کہ وہ کفر کرتے تھے۔

وَ اَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا (الحج ۱)

اور یہ کہ قیامت آنیوالی ہے اس میں کوئی شبہ نہیں۔

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ○ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ○ (المؤمنون۔ ۶)

کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ ہم نے تمہیں فضول پیدا کیا ہے اور تم لوٹ کر ہمارے پاس نہ آؤگے اللہ بادشاہِ برحق فضول کام سے بَری ہے

وَكُلَّ إِنْسَانٍ أَلْزَمْنَاهُ طَائِرَهُ فِي عُنُقِهِ وَنُخْرِجُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كِتَابًا يَلْقَاهُ مَنْشُورًا ۝ اِقْرَأْ كِتَابَكَ ط كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا ۝
(بنی اسرائیل رکوع ۲)

اور ہم نے ہر آدمی کی بُرائی بھلائی کو اُسکے ساتھ لازم کر کے اُسکے گلے کا ہار بنادیا ہے یعنے ہر ایک کی تقدیر ہر ایک کے ساتھ ہے اور قیامت کے دن ہم اُسکا نامۂ اعمال نکالکر اُسکے سامنے پیش کر دینگے اور وہ اسکو اپنے سامنے کھلا ہوا دیکھ لیگا اور ہم اُس سے کہینگے کہ اپنا نامۂ اعمال پڑھ لے اور آج اپنا حساب لینے کے لیے تو خود ہی کافی ہے

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا اِلَّا بِالْحَقِّ ط وَاِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ (الحجر - ۶)

اور ہم نے آسمان و زمین اور جو کچھ اُنکے درمیان ہے سب کو حق و حکمت کے ساتھ پیدا کیا ہے یعنی یہ کہ قیامت ضرور آنیوالی ہے

لیکن دُنیا میں ہمیشہ ایسے لوگ بھی موجود پائے گئے ہیں جو دارِ آخرت اور یوم الجزا کے منکر اور مر کر دوبارہ اُٹھنے کا یقین نہیں کرتے، قریبًا ہر نبی کو ایسے لوگوں سے واسطہ پڑا اور اُنھوں نے بعث بعد الموت کا یقین دلانے کے لیے دلائل پیش کیئے اور خدا تعالےٰ کے احکام سُنائے، منکرین قیامت کے اقوال بھی قرآن مجید نے بیان فرمائے ہیں۔

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ ط (النحل - رکوع ۵)

اور اُنھوں نے اللہ کی قسمیں بڑے شد و مد سے کھائیں کہ جو مر گئے اُنکو اللہ نہیں اٹھائیگا۔

ظاہر ہے کہ یہ وہ لوگ تھے جو خُدا کے تو قائل تھے مگر قیامت اور دارِ آخرت کے منکر تھے اور اسلیئے کافر ہی تھے۔

وَقَالُوْا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا اِلَّا الدَّهْرُ ج (الجاثیہ ۳)

اور اُنھوں نے کہا کہ صرف یہ دُنیا ہی کی زندگی ہے ہم مرتے ہیں جیتے ہیں اور ہم کو زمانہ ہی ہلاک کرتا ہے۔

ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ج ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِيْدٌ ط (ق - ۱)

کیا جب ہم مر جائینگے اور مٹی ہو جائینگے (تو پھر زندہ ہونگے) یہ واپسی تو بعید از قیاس ہے۔

قرآن مجید نے اِن سب منکرین قیامت کے نہایت مدلّل و مفصل جوابات بھی دیئے ہیں اور وہ قرآن مجید میں جابجا بکثرت موجود ہیں لیکن اگر آج مسلمان کہلانے والوں کے اعمال و خیالات و مزعومات و اقوال کا بامعان نظر مطالعہ کیا جائے تو بہت بڑی تعداد

ایسے لوگوں کی نظر آئیگی جنکا ذکر سورۂ بقر کی اس آیت میں ہے کہ :-

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝ (البقرہ) | اور لوگوں میں ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لائے لیکن وہ ماننے والے نہیں۔

یہی وجہ ہے کہ اِس قسم کے لوگوں نے آج کل قرآن مجید میں تحریف معنوی کی کوششیں بڑی چالاکی کے ساتھ علی الاعلان شروع کر دی ہیں اور اُن اعمال کو جو محض دُنیا طلبی اور سامان دُنیوی کی فراہمی اور خواہشات نفسانی کو تسکین دینے کے لیئے کیئے جائیں اور دارِ آخرت کے تصور سے خالی ہوں اعمال صالحہ ثابت کرنے اور مسلمانوں کے دل سے فکر عقبےٰ کو مٹانے میں مصروف ہیں، اور عقیدہ و عمل کی کتاب و سُنّت کے معیار کیموافق اصلاح و درستی کو غیر ضروری قرار دے کر دُنیا پرستی اور دُنیا طلبی کو عمل صالح بتا رہے ہیں اور قرآن مجید پر یہ اتہام باندھ رہے ہیں کہ اُسنے اِس بات کی تعلیم دی ہے کہ جو سب سے زیادہ دُنیا کا مالک اور سب سے زیادہ دنیا کا عاشق اور سب سے زیادہ دارِ آخرت سے غافل ہے وہی سب سے زیادہ خدا کا صالح بندہ ہے، حالانکہ قرآنی تعلیم کے موافق ایمان کے بغیر عمل صالح کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

عقیدۂ دارِ آخرت انسان کی نظر کو وسیع اور ہمت کو بیحد بلند کر دیتا ہے۔ ایمان بالیوم الآخر سے انسان میں مشکلات کے اندر پڑنے۔ مصائب برداشت کرنے اور حق کے لیئے سب کچھ قربان کر دینے کی آمادگی پیدا ہوتی ہے اور انسان حیرت انگیز طور پر بہادر بنجاتا ہے۔ روزِ جزا پر ایمان رکھنے والا کبھی مایوس نہیں ہوسکتا اور مال و دولت و اعزہ و اقارب کی محبت اُسکے لیئے حمایت حق کے کام میں ہرگز زنجیرِ پا نہیں ہوسکتی۔ اُس کو نہ مال کے نقصان سے خوف زدہ بنایا جاسکتا ہے اور نہ جان کے جاتے رہنے سے ڈرایا جاسکتا ہے، اِس لیئے کہ اُس کی منزل مقصود اور اُسکا محبوب سرمایہ دُنیا اور یہ دُنیوی زندگی نہیں ہے، وہ دُنیا اور تمام دنیوی ساز و سامان کو اپنا اُخروی سرمایہ حاصل کرنے کے لیئے خوشی سے قربان کرتا اور دُنیا کی کسی چیز اور دُنیوی زندگی کی کسی بڑی سے بڑی پُر راحت و پُر عیش حالت کو بھی حقارت ہی کی نظر سے دیکھتا اور اس جہان سے آگے گزر کر اپنی منزل مقصود پر پہنچنا چاہتا ہے اور اپنے دامن دل کو دُنیا کی پادشاہت۔ سرداری

سپہ سالاری اور دولتمندی میں قطعاً نہیں اُلجھنے دیتا لیکن وہ دُنیا اور دُنیا کی تمام چیزوں کو اپنا غلام و خدمت گار سمجھتا ہے اور جانتا ہے کہ خُدا تعالےٰ نے تمام چیزوں کو میری خدمت کرنے کے لیئے پیدا کیا ہے، لہٰذا اگر دُنیوی شان و شوکت اور دُنیوی سازو سامان اُس کو ملتے ہیں تو وہ اُن سے ایک خادم کی طرح کام لیتا اور خُدا تعالےٰ کا شکر ادا کرتا ہے اور ان غلاموں اور خادموں کو اپنا مقصود اصلی اور محبوب حقیقی ہرگز نہیں بناتا بلکہ خادموں اور غلاموں ہی کے درجے میں رکھتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو طاقتور اور پادشاہ بنانے کی کوشش کرتا ہے تو صرف اسلیئے کہ خدا کا بول بالا ہو اور مخلوق خدا کو راحت پہنچا سکے ظالموں کے دستِ ستم کو کوتاہ اور شیطانی طاقتوں کو تباہ کرسکے اسلیئے نہیں کہ اپنے نفس کو راحت و تسکین پہنچائے اور فرمانروائی کے مزے اڑائے۔ وہ طاغوتی لشکروں کے مقابلے میں پہاڑ بنکر ڈٹ جاتا ہے۔ لیکن اسلیئے نہیں کہ اپنی بہادری و شجاعت کی دھاک بٹھاکر لوگوں کی تحسین و آفریں سے لذت یاب ہو۔ بلکہ محض اسلیئے کہ اپنا فرض ادا کرکے خدا کی رضامندی اور دارِ آخرت میں سرخروئی حاصل کرسکے۔

مومن اور دُنیا پرست میں فرق

جو شخص یوم الجزا کا قائل نہ ہو اور اس دُنیا اور دُنیوی زندگی ہی کو اپنا تمام و کمال سرمایہ سمجھتا ہو۔ اس میں نہ حقیقی شجاعت و بہادری پیدا ہوسکتی ہے نہ حقیقی ایثار و قربانی دکھا سکتا ہے اُسکی نظر اسی دُنیا تک محدود رہتی ہے اور اُس کی ہمت اُسی دُنیا کے عیش و راحت کو جنت اور اس دُنیوی زندگی کی اذیت و مصیبت کو دوزخ قرار دے لیتی ہے۔ ارکان ایمان میں ایمان بالیوم الآخر بہت اہم اور ضروری چیز ہے اور تمام شریفانہ جذبات اور ترقیات کے ذرائع اِسی ایمان بالیوم الآخر سے پیدا ہوتے ہیں دُنیا میں ہمیشہ بہت سے لوگ ایسے موجود رہے ہیں اور آیندہ بھی رہینگے جو زبان سے قیامت کے قائل لیکن دل سے قیامت کے منکر یا متشکک ہیں ایسے لوگوں کی نسبت قرآن مجید فرماتا ہے :-

اِنَّ الَّذِیْنَ یُمَارُوْنَ فِی السَّاعَۃِ لَفِیْ ضَلٰلٍۭ بَعِیْدٍ (الشوریٰ - ۱۳)	جو لوگ قیامت کے متعلق شک و شبہ رکھتے ہیں وہ یقیناً سخت گمراہی میں مبتلا ہیں ٭

جو لوگ قیامت پر یقین نہیں رکھتے اُنکی تمام کوششیں دُنیوی اغراض ہی کے لیئے وقف رہتی ہیں اور وہ صرف دُنیا ہی کے متاعِ قلیل کو حاصل کر سکتے ہیں اور اُنکے دل نُورِ ایمان سے بے بہرہ و تاریک اور اُنکے دل کی آنکھیں اندھی ہو جاتی ہیں ٭

مَنْ کَانَ یُرِیْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَۃِ نَزِدْ لَہٗ فِیْ حَرْثِہٖ وَمَنْ کَانَ یُرِیْدُ حَرْثَ الدُّنْیَا نُؤْتِہٖ مِنْھَا وَمَالَہٗ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنْ نَّصِیْبٍ ۝ (الشوریٰ - رکوع ۳)	جو آخرت کی کھیتی کا خواہاں ہے ہم اُس کی کھیتی میں برکت پیدا کرتے ہیں اور جو دُنیا کی کھیتی کا خواہاں ہے ہم اُس کو یہیں دُنیا میں دیدیتے ہیں اور اُسکے لیئے آخرت میں کوئی حصّہ نہیں ٭

اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّھِمْ وَلِقَآئِہٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُھُمْ فَلَا نُقِیْمُ لَھُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَزْنًا ۝ (الکہف - رکوع ۱۲)	یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی آیتوں اور قیامت کے دن اُسکے حضور حاضر ہونیکو نہ مانا اسلیئے اُنکے اعمال اکارت ہوگئے ہم قیامت کے دن اُنکا کوئی وزن قایم نہ کرینگے۔

اِس دُنیا اور دُنیوی زندگی تک نگاہ کو محصور رکھنے والوںکے سامنے اگر اُن کی اس دون ہمتی و تنگ نگاہی کے تمام و کمال نتائج فوراً سامنے آجائیں تو پردہ اُٹھ جائے اور دُنیا دار الابتلا نہ رہے اور خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ کی حقیقت ہی مجہول ہوجائے۔ لہٰذا خدا تعالےٰ کیطرف سے نتائجِ اعمال کے مُرتب ہونے میں جلدی نہیں ہوتی ۔

وَلَوْ یُؤَاخِذُ اللّٰہُ النَّاسَ بِمَا کَسَبُوْا مَا تَرَکَ عَلٰی ظَھْرِھَا مِنْ دَآبَّۃٍ وَّلٰکِنْ یُّؤَخِّرُھُمْ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی ج (فاطر - ۵)	اور اگر اللہ لوگوں کو اُن کی بداعمالیوں کے سبب پکڑے تو زمین پر کوئی جاندار بھی نہ بچے مگر وہ ایک معین مدت کے لیئے اُنکو مہلت دیتا ہے ٭

قیامت کے دن منکرین قیامت کو اصل حقیقت بخوبی معلوم ہو جائے گی، اور اُنسے کہا جائیگا:-

لَقَدْ کُنْتَ فِیْ غَفْلَۃٍ مِّنْ ھٰذَا فَکَشَفْنَا عَنْکَ	تو تو اس سے غافل ہی رہا پس ہمنے تیرا پردہ اُٹھا

غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ ۝ (ق۔۲) دیا آج تیری نگاہ تیز ہے۔

جو لوگ انسان کے مقصدِ حیات کو اِس دُنیا سے آگے یقین نہیں کرتے اور اپنی کوتاہ نظری و پست ہمتی کے سبب اسی دُنیوی ثروت و زیب و زینت پر ریجھے ہوئے ہیں اور عیسائی سلطنتوں کی دُنیوی شان و شوکت سے مرعوب ہو کر یورپ والوں کو جنتی لوگ اور بہشتی قوم اور یورپی ممالک کو بہشت بھی کہہ سکتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو قرآن مجید کی اس مضمون کی آیتوں پر غور کرنے کا موقع کہاں میسر ہو سکتا ہے کہ:-

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ ۚ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ ۝

(طٰہ۔ رکوع ۸)

اور یہ جو ہم نے مختلف قسم کے لوگوں کو دنیوی زندگی کی آرائشیں دے رکھی ہیں اور اُن سے وہ فائدہ اٹھا رہے ہیں تو تیری نگاہیں اس پر نہ جمیں یعنی تو اے مخاطب ان کو للچائی ہوئی نظروں سے نہ دیکھ یہ سب کچھ اسلئے ہے کہ ہم نے انہیں آزمائش میں ڈالا ہے اور جو کچھ تیرے رب کی بخشی ہوئی روزی ہے وہی تیرے لیے بہتر ہے اور با اعتبار نتیجہ کے باقی رہنے والی۔

زہرۃ کے معنی ہیں حسن۔ سفیدی۔ پھول کی سفید کلی۔ زہرا عورت کو کہتے ہیں۔ ازہر کے معنی ہیں۔ چاند، سفید۔ روشن۔ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا سے مراد دُنیوی زندگی کے لیے زیب و زینت کے سامان اور حسن و خوشنمائی کی چیزیں جس میں کوٹھیاں۔ بنگلے موٹریں سوٹ بوٹ۔ خوشنما وردیاں اعلیٰ درجے کے خیمے، فرنیچر، میز، کرسیاں، خوش شکل و خوش لباس عورتیں۔ تفرج گاہیں۔ تھیٹر، سینما، ناچ گھر۔ ہارمونیم، فونوگراف، ریڈیو۔ توپوں اور فوجوں کی سلامیاں۔ مغرورانہ حکمرانیاں، فرعون سامانیاں۔ ریاکاریاں مکاریاں وغیرہ سب کچھ شامل ہے، قرآن مجید چونکہ خدا کا کلام اور کامل ہدایت نامہ ہے، لہٰذا اُس میں ہر زمانہ کی حالت کے موافق سامان ہدایت موجود ہے نزول قرآن کے وقت اگرچہ ہرقل روم اور اکاسرۂ ایران نے عربوں کے مقابلے میں بہت کچھ زہرۃ الحیوٰۃ الدنیا فراہم کر رکھا اور اُس زمانے میں اُسی کی طرف نظر جا سکتی تھی لیکن زہرۃ الحیوٰۃ الدنیا اپنی حد کمال کو پہنچا ہوا آج یورپ اور یورپ کی سفید فام اقوام کے قبضے میں ہے اور اُسی کی طرف بہت سے مسلمان کہلانے والوں کی للچائی ہوئی نظریں اُٹھ

رہی ہیں اور انھوں نے رزقِ رب یعنی قرآن مجید اور تعلیم الٰہی کو پسِ پشت ڈالکر یا اُس کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے ان دنیا داروں اور زہرۃ الحیوٰۃ الدنیا کے پرستاروں کو انعمت علیہم اور جنتی قوم سمجھ لیا ہے۔ مندرجۂ بالا آیت کے مفہوم کو قرآن مجید نے ایک دوسری جگہ بھی بیان فرمایا ہے:-

وَلَقَدْ اٰتَیْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَ الْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ ۝ لَا تَمُدَّنَّ عَیْنَیْكَ اِلٰی مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَ لَا تَحْزَنْ عَلَیْهِمْ وَ اخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ ۝ وَ قُلْ اِنِّیْۤ اَنَا النَّذِیْرُ الْمُبِیْنُ ۝ كَمَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِیْنَ الَّذِیْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِیْنَ ۝ (الحجر۔ رکوع ۶)

اور بلاشبہ ہم نے تمہیں دُہرائی جانیوالی سات آیتوں کی سورۃ یعنی سورۂ فاتحہ عطا فرمائی اور قرآن عظیم اور یہ جو ہمنے انمیں سے کئی قسم کے لوگوں کو زندگی کے سامان دے رکھے ہیں تو تم ان کو للچائی ہوئی نظروں سے نہ دیکھو اور نہ ایسا ہو کہ اُن کی اس دُنیا پرستی کی حالت پر غم کھانے لگو تم مومنوں کی طرف ہمہ تن متوجہ رہو اور اعلان کردو کہ میں کھُلے طور پر گنا ہوں کے نتائج سے آگاہ کرنے والا ہوں ہم نے اسیطرح یہ قرآن تم پر نازل کیا ہے جس طرح قسمیں کھانیوالوں پر اُتارا جنھوں نے قرآن (یعنی اپنی کتاب) کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا

اِس آیت میں لَا تَحْزَنْ عَلَیْهِمْ کی تفسیر اور آیت کا پورا مفہوم سورۂ کہف کی اس آیت سے جو عیسائیوں ہی کے تذکرے میں بیان ہوئی ہے، بخوبی ذہن نشین ہوتا ہے کہ:-

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰۤی اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ یُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِیْثِ اَسَفًا ۝ اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَی الْاَرْضِ زِیْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَیُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۝ (کہف ۱)

اے رسول اگر (یہ عیسائی لوگ) اس (سچی) بات کو نہ مانیں تو کیا تو اُنکے پیچھے رنج کے مارے اپنی جان کو ہلاک کر دیگا دیا نتے والے نہیں ہیں ہمنے اُن چیزوں کو جو زمین پر ہیں زمین کی زینت کا سامان بنایا تاکہ ہم لوگوں کو آزمائیں کہ کون انمیں بہترین عمل کرنیوالا ہے۔

جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِیْنَ کا مطلب بھی یہ ہے کہ اہل کتاب (یہودی و عیسائی) لوگوں نے اپنی کتاب کے کچھ حصوں کو قابل عمل اور کچھ حصوں کو نا قابل عمل قرار دیا۔ اور کچھ حصوں کو چھپایا اور کچھ حصوں کو ظاہر کیا یا یہ کہ اس قرآن مجید کی بعض آیتوں اور بعض صداقتوں کو تسلیم کیا اور بعض کا انکار کیا۔ آج بھی یورپ والوں کو دیکھ لو کہ قرآن مجید کی رُو سے اس دُنیوی زندگی کے متعلق بھی صحیح اور پختہ اصول تعلیم فرماتا ہے، بہت سی باتوں پر عمل کر کے اُنکے نتائج سے

متمتع ہیں۔ لیکن اس کی بہت سی اصولی تعلیمات کا انکار کرتے اور خدا و قیامت و رسالت وغیرہ کے منکر ہیں۔ اور اسی لیئے اُنکے تمام اعمال اور اُنکے تمام ساز و سامان روحانیت سے خالی اور سمیّت سے پُر ہیں اور اُن کو للچائی نظروں سے وہی شخص دیکھ سکتا ہے جس کا نصب العین یہی دُنیا اور دُنیوی زندگی ہو لیکن جسکا نصب العین اُخروی زندگی اور رضائے الٰہی ہے وہ جو کچھ کرتا ہے خدا کے لیئے کرتا ہے اور اِس ارشادِ آلٰہی کو پیش نظر رکھتا ہے کہ :-

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ٥ (الکہف۔ رکوع ۴)	اور جو لوگ صبح و شام اپنے رب کو پکارتے رہتے ہیں اور اُسکی محبت میں سرشار ہیں تو انہیں کی محبت میں اپنے دل کو قانع رکھ اور اپنی توجہ اُن کی طرف سے ہٹا کر اور طرف نہ پھیر کہ دُنیوی زندگی کی زیبائش کا خواہشمند بنجائے اور اس شخص کی بات مان جسکا دل ہمنے اپنے ذکر سے غافل کر رکھا ہے اور وہ اپنی خواہشات کے پیچھے پڑا ہے اور اُسکا معاملہ حد سے گزر گیا ہے ۔

کتاب الٰہی کو ٹکڑے ٹکڑے کرنا اور اپنی نفسانی خواہش اور ذلیل مقصد کے لیئے کتاب الٰہی کے بعض حصونکو بطور ثبوت پیش کر دینا اور بعض حصّوں کی طرف سے آنکھیں بند کرلینا اور اس طرح کتاب آلٰہی کی اصل تعلیم کو مستور و محجوب و مجروح کر دینا اہل کتاب مشرکوں کا کام ہے جنکو مخاطب کرکے قرآن مجید فرماتا ہے :-

اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ٥ (البقرہ۔ رکوع ۱۰)	کیا تم کتاب آلٰہی کے ایک حصہ کو مانتے اور ایک حصہ کا انکار کرتے ہو (کتاب الٰہی کو مانتے بھی ہو اور نہیں بھی مانتے)

مسلمانوں کی ذلت و مغلوبیت اور نحوست و رسوائی کا راز اسی میں مضمر ہے کہ وہ قرآن مجید کی طرف سے بے پروا اور غافل ہوگئے اور اُن کی نظر میں قرآن مجید کی اتنی بھی وقعت و عظمت باقی نہیں رہی جتنی کسی خود ساختہ لیڈر کے مفوات کی۔ نہ اُنکے لیڈروں کو یہ توفیق کہ وہ قرآن مجید کی رہبری میں خود چلیں اور لوگوں کو چلائیں اور نہ لوگوں کو اسکا خیال کہ وہ اپنے رہبروں سے ہدایت قرآنی کا مطالبہ کریں۔ آیات قرآنی کی تلاوت

کو مجلسوں کے پروگرام کی زینت بنالینا کافی سمجھ لیا گیا ہے اور قرآنی آیتوں کے مطلب کو توڑ مروڑ کر بیان کر دینے کا نام قرآن دانی و قرآن فہمی رکھا گیا ہے اور اسی طرح مسلمان کہلانے والے گمراہوں کے لئے اور بھی زیادہ سامان گمراہی فراہم ہو جاتا ہے، خلاصہ یہ کہ قرآن کی طرف سے مسلمانوں نے منہ پھیر لیا ہے یارب ان قومی اتخذوا ھذا القرآن مھجورا

مسلم نما دنیا پرستوں کے کارنامے

جب سے نسل انسانی زمین پر آباد ہوئی اسی وقت سے دو طاقتیں برابر مصروف جنگ ہیں ایک حق کی طاقت ہے اور دوسری باطل کی ان دونوں کو نور و ظلمت یا ہدایت و گمراہی بھی کہا جا سکتا ہے، یہ حق و باطل یا نور و ظلمت کی جنگ برابر جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گی۔ اس جنگ عظیم میں حصہ لینے والے سپہ سالار تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ مگر جنگ کا سلسلہ ختم نہیں ہو سکتا حق ایک حالت میں ہے اور ہمیشہ ایک ہی حالت میں رہے گا اس کی حفاظت و قیام کے لئے آدم علیہ السلام سے لیکر آنحضرت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تک انبیا علیہم السلام مبعوث اور ان انبیاء کے جانشین پیدا ہوتے رہے، ایران۔ ہندوستان چین عرب اور مصر وغیرہ کوئی ملک اور کوئی گروہ نسل انسانی کا ایسا نہیں گزرا جس میں حق کے حامی، حق کے قایم کرنے والے اور حق کی فوجوں کے سپہ سالار یعنی انبیا علیہم السلام مبعوث نہ ہوئے ہوں۔ سب کا ایک ہی مقصد اور سب کا ایک ہی کام تھا یعنی نسل انسانی کو صرف خدا کا بندہ۔ خدا کا غلام اور خدا کا فرمانبردار بنا کر سب کی بندگی۔ سب کی غلامی اور سب کی فرمانبرداری سے آزاد کر دیا جائے۔ باطل اس کے خلاف ہمیشہ انسان کو خدا سے جدا اور غیر خدا کا غلام بنانے کی کوشش میں انواع واقسام کے روپ بدلتا اور طرح طرح کے فریبوں سے کام لیتا رہا ہے، ابراہیمؑ و نمرود اور موسیٰؑ و فرعون کی معرکہ آرائی حق و باطل کی معرکہ آرائی تھی عاد و ثمود اور ہودؑ و صالحؑ کا ہنگامہ بھی حق و باطل ہی کا ہنگامہ تھا، ابوجہل اور مکہ کے بت پرست اگر باطل کے اہلکار تھے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حق کے سردار اعظم تھے۔ غرض یہ حق و باطل کی کش مکش دنیا میں ہمیشہ سے چلی آتی ہے اور ہمیشہ باقی

رہے گی ۔٭

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں جب باطل میدان جنگ میں اپنی تیر وتلوار کی طاقتیں استعمال کرکے حق کے مقابلے میں شکست فاش کھا چکا تو اس نے فریب کے ہتھیار سے کام لینا شروع کیا اور عبداللہ بن اُبی کے بروز ثانی عبداللہ بن سبا صنعانی یہودی نے اسلامی جامہ پہن کر بنی اُمیہ اور بنی ہاشم کی خاندانی عداوت و عصبیت کو جو دین حق کے اثر سے مُردہ ہو چکی تھی پھر زندہ کرنے کی کوشش کی لیکن جب مدینہ منورہ میں اُس کی دال نہ گلی تو بصرہ وکوفہ و دمشق و قاہرہ پہنچ کر اُن نومسلموں کو جن کی نظر کتاب آلہی کی طرف پُورے طور پر مبذول نہ ہوئی تھی متاثر کر کے فساد کا دروازہ کھول دیا اور سنہ ۳۵ھ سے سنہ ۴۱ھ تک عالم اسلام کو مبتلائے مصائب رکھا آخر حضرت امام حسن علیہ السلام نے اِس فتنہ کا خاتمہ کیا ۔٭

چند ہی روز بعد مختار بن عبیدہ بن مسعود ثقفی نے ہمدردیٔ اسلام کا جامہ پہن کر اور شہادت امام حسین علیہ السلام کے تذکرے کو آلہ کار بنا کر مسلمانوں کو فریب دیا۔ علویوں کو حکومت دلانے کا ارادہ ظاہر کرکے ایک معقول گروہ اپنے گرد جمع کر لیا اس طرح کوفہ کی چھاؤنی میں جہاں جاہلوں کی کثرت تھی ۔حکومت واقتدار حاصل کرنے کے بعد بتدریج لوگوں کو مشرک بنانا شروع کر دیا مسجد میں ایک کرسی مرصع صندوق کے اندر رکھی گئی اور ہر نماز کے بعد اُس صندوق کو بوسہ دینا لازمی قرار دیا۔ جب حماقت مآب لوگوں نے اِس کو قبول کر لیا تو پھر بتدریج الہام و وحی اور نبوت کا مُدعی بنکر اُنکو گمراہ و بیدین بنایا۔ آخر ۱۴ رمضان المبارک سنہ ۶۷ھ کو حضرت مصعب بن زبیرؓ نے مختار کو شکست دیکر قتل کیا اور اِس فتنہ کا خاتمہ ہوا ۔٭

پہلی صدی ہجری کے ختم اور دوسری صدی ہجری کے شروع ہونے پر بنی اُمیہ کی قایم شدہ عظیم الشان سلطنت کے مٹانے اور برباد کرنے کے لیئے سازشی کارروائیاں شروع ہوئیں۔ محمد بن علی عباسی نے عراق وفارس ایران وخراسان وسندھ وغیرہ مشرقی علاقوں میں اپنے منادوں کو تعلیم دے دے کر اور اُنکے حلف اور معاہدے

لے لے کر خفیہ طور پر مبلغین مذہب کی شکل میں بھیجنا شروع کیا اور ان مبلغین نے ناواقف جاہل مسلمانوں اور مجوسی النسل نومسلموں کو جو تعلیمات قرآنیہ سے کما حقہٗ واقف نہ تھے حقیقت اسلام کے خلاف خود ساختہ عقائد و اعمال کی تعلیم اسلام کے نام سے دینی شروع کی۔ اشخاص پرستی کے ملعون جذبہ کو بیدار کر کے اور حلف لے لے کر جانبازوں کی جماعتیں تیار کرنی شروع کر دیں، چنانچہ محمد بن علی کی امارت و امامت کے لئے خفیہ طور پر جانبازوں کے جتھے جابجا تیار ہوگئے ان منادوں میں سے حرث بن شریح ازدی نے ۱۱۶ھ میں سب سے پہلے خراسان کے شہر فاریاب میں چار ہزار جانبازوں کی جماعت کے ساتھ خلافت بنو امیہ کے خلاف خروج کیا۔ اور نصر بن سیار حاکم بلخ کو شکست دے کر بلخ پر قابض ہوگیا اسکے ساتھ ہی جرجان و مرو وغیرہ کے منادوں نے بھی اپنے اپنے جانبازوں کی جماعتوں کے ساتھ خروج کیا اور تمام خراسان فتنہ و فساد کا گہوارہ بنگیا اور دو۲ تین۳ سال تک یہ فتنہ برپا رہا۔ اس فتنہ کو عاصم بن عبداللہ حاکم مرو کی کوشش سے فرو ہوئے کچھ زیادہ مدت نہ گزری تھی کہ ۱۲۲ھ میں زید بن علی نے اپنی مخفی طور پر تیار کی ہوئی جماعت کو لے کر کوفہ میں خروج کیا۔ لیکن گورنر کوفہ سے جب مقابلہ ہوا تو زید بن علی کے اکثر جانباز ڈر کر اپنے اپنے گھروں میں جا بیٹھے اور زید بن علی مقتول ہوئے محمد بن علی جن کا قیامگاہ شام کے مقام حمیمہ میں تھا سلطنت بنو امیہ کی بربادی کے نظام کو بڑی ہوشیاری سے چلا رہے تھے، جب کوئی منادیا نقیب حکومت وقت کے مقابلے میں مارا جاتا تو محمد بن علی کی طرف سے دوسرے نقیبوں کے پاس پیام پہونچتا کہ خدا کا شکر ادا کرو کہ کوششیں کامیاب ہو رہی ہیں اور اب اپنی موت کے منتظر رہو۔ ان پیامات کا خاطر خواہ اثر ہوتا۔ آخر راز فاش ہوا اور خلیفہ ہشام بن عبدالملک نے محمد بن علی کو گرفتار کرا کر مقید و نظر بند کر دیا ۱۲۴ھ میں محمد بن علی کا انتقال ہوا اور محمد بن علی کا بیٹا ابراہیم بن محمد اس خفیہ جماعت کا امیر تسلیم کیا گیا ۱۲۵ھ میں خلیفہ ہشام بن عبدالملک کا انتقال ہوا۔ ایک نہایت چالاک ہوشیار ایرانی النسل نوجوان ابومسلم نامی جو اپنے آپ کو گودرز کیانی کی اولاد میں بتاتا تھا امام ابراہیم کے ہاتھ لگ گیا اُس کو تمام نقیبوں

اور منّادوں کا افسر بنایا گیا، ابومسلم نے بنو امیّہ کی حکومت کا تختہ اُلٹ دینے میں سب سے زیادہ کام کیا اور ۱۳۲ھ میں یہ انقلاب عظیم واقع ہوا جسکے بعد مسلمانوں کی ایک عظیم الشان خلافت کئی حصوں میں تقسیم ہوکر پارہ پارہ ہونی شروع ہوئی یہ کوشش اور سازش جن لوگوں نے کی وہ مسلمان ہی تھے لیکن خواہشاتِ نفسانی اور عصبیت خاندانی کے جذبہ سے مغلوب اور تعلیم قرآنی کی طرف سے غافل ہوگئے تھے۔

اسی دوسری صدی ہجری میں اقصائے مغرب (بربر) کے علاقے میں صالح بن طریف نامی ایک شخص نے وہاں کے غیر مہذب غیر تعلیمیافتہ مسلمان قبائل میں اپنی امارت و سرداری قایم کرنیکے لیے طرح طرح کی بدعقیدگیاں پھیلائیں اور نبوت کا مدعی ہوا نماز کے طریقہ کو بدلا۔ رمضان کے عوض رجب کے مہینے میں روزے رکھنے کا حکم دیا غسل جنابت کو ممنوع قرار دیا۔ لوگ اُسکے اسقدر معتقد ہوئے کہ وہ جس کی ہتھیلی پر تھوک دیتا وہ اُسکو چاٹ لیتا تھا۔ اُسنے اپنی دینی و دنیوی دونوں قسم کی حکومت قایم کی۔ اور عرصۂ دراز تک اسی حالت میں رہا۔

اسحاق اخرس مغربی نے جو انتہا درجے کا چالاک و عیار شخص تھا اصفہان میں نبوت کا دعویٰ کیا اور ہزار ہا مسلمانوں کو گمراہ کرنے میں کامیاب ہوا۔

۱۵۰ھ میں استاجیس یا افراسیاب نامی ایک شخص نے خراسان میں پیغمبری کا دعوےٰ کیا اور تین لاکھ کے قریب مسلمان اُسکے مرید ہوگئے ہرات، باذغیس اور سیستان کے لوگ اُسکے جھنڈے کے نیچے جمع ہوگئے اور اُسنے خراسان کے ایک بڑے حصے پر اپنی حکومت قایم کرلی اور منصور عباسی خلیفۂ بغداد کی فوجوں کو کئی مرتبہ شکست دی ایک میدان جنگ میں استاجیس کے ستر ہزار آدمی مارے گئے آخر بڑی مشکل سے اِس فتنہ کا خاتمہ ہوا۔

خلیفہ مہدی عباسی کا عہد حکومت تھا کہ ۱۵۹ھ میں حکیم مقنّع نے جو بڑا ہوشیار و چالاک شخص تھا خراسان میں خروج کیا اور مذہبی رہنمائی اور رسالت کا مدعی بنکر لوگوں کو اپنا گرویدہ و معتقد بنالیا اور پھر چند شعبدے دکھاکر خدائی کا دعوےٰ کیا اور عباسی خلیفہ کی فوجوں کو بار بار شکست دی آخر قلعہ بسام میں ۳۰ ہزار آدمیوں کے ساتھ محصور ہوا جب محاصرین نے زیادہ زور ڈالا تو تیس ہزار آدمی محاصرین سے امان طلب کرکے نکل آئے

اور دو ہزار مُقنّع کے ساتھ قلعہ میں رہ گئے آخر مقنع نے مجبور ہو کر خود کشی کی اور قلعہ مفتوح ہوا +

دوسری صدی ہجری کے خاتمہ اور تیسری صدی ہجری کے آغاز میں عبداللہ بن میمون اہوازی نے ایک جدید باطنی فرقہ کی تاسیس و تبلیغ کی اور اسلام کے روشن چہرے کو الحاد و زندقہ کی آمیزش سے مکدّر کرنا چاہا اِسکے معاونین و حوارین میں خلف نامی ایک چالاک شخص نے خوب سرگرمی دکھائی۔ خلف کے بیٹے احمد نے بھی باپ کی قایم مقامی کی ایک دوسرے شخص غیاث نامی نے باطنی مسلک کے اصول میں ایک کتاب البیان کے نام سے مرتب کی اور اسلام کے ارکان اور عقائد ایمانی کی عجیب غریب توجیہیں کیں باطنی فرقہ کے لوگ کہتے تھے کہ اسلام وہی ہے جو ہمنے سمجھا ہے اور مولویوں کا مذہب غلط ہے، وہ کہتے تھے قرآن کو صرف ہمنے سمجھا ہے اور کسی نے نہیں سمجھا۔ اُس زمانے کے علما سے ان لوگوں نے مناظروں اور مباحثوں میں ہمیشہ شکست کھائی مگر انکی قبولیت ترقی ہی کرتی گئی۔ اور جہلا اِس میں اسلیئے جوق درجوق شامل ہوتے گئے کہ اِس میں تکالیف شرعیہ بہت کچھ اُٹھادی گئی تھیں وہ کہتے تھے کہ آیات قرآنی کے ظاہر الفاظ پر عمل کرنا حرام اور اُنکے بطون پر عمل کرنا فرض ہے۔ الفاظ قرآنی کے معانی و مفہوم کو بگاڑکر ہر آیت کی اُنھوں نے ایسی تاویل کی تھی کہ اِسلام کی حقیقت ہی کو مسخ کردیا تھا یہ لوگ جزا و سزا اور قیامت کے منکر تھے اور اس دُنیوی زندگی کے ساز و سامان اور دنیوی کامیابی ہی کو مقصودِ حقیقی سمجھتے تھے۔ اُن کا عقیدہ تھا کہ قرآن کا ایک ظاہر ہے جو تنزیل کہلاتا ہے اور ایک باطن ہے جو تاویل کہلاتا ہے قرآن کا ظاہر جو لغت سے مفہوم ہوتا ہے ناقابل عمل اور فضول ہے، اعتقاد و عمل کی قابل قرآن کا باطن ہے اور باطن وہ ہے جو امیر یا امام معصوم کی تعلیم سے معلوم ہو سکتا ہے وہ کہتے تھے کہ نماز جسکا حکم دیا گیا ہے امام یا امیر کی اطاعت ہے۔ روزہ کا باطن یہ ہے کہ اپنے مسلک عقیدہ اور اپنے امیر کے راز کو چھپا کر رکھا جائے اور غیروں پر ظاہر نہ کیا جائے۔ حج کا باطن امام وقت کی زیارت کے لیئے حاضر ہونا ہے۔ جنت سے مراد جسمانی راحت اور دوزخ

سے مراد جسمانی اذیت۔ اذان سے مراد لوگوں کو اپنے امیر کی اطاعت پر ترغیب دینا ملائکہ اپنے فرقہ کے مبلغین کو کہتے تھے اور شیاطین اصل شریعت پر عمل کرنیوالونکا نام رکھا تھا۔ اپنے فرقے کے امام کا راز ظاہر کرنا زنا اور نادانستگی میں بھید کا کھولدینا احتلام تھا۔ باطنی لوگونکا قول تھا کہ ظاہر پوست ہے اور باطن مغز ہم پوست کو پھینک دیتے اور مغز کو لے لیتے ہیں ہمارا مذہب صحیح اور مولوی کا مذہب غلط ہے۔ انکو بعث بعد الموت اور یوم الجزا کا انکار اور تناسخ کا اقرار تھا۔ وہ کہتے تھے مولویوں نے لوگونکو خواہ مخواہ نماز روزہ وحج وزکوۃ کے کاموں میں مبتلا کر کے فضول پابندیاں قایم کر رکھی ہیں اور مولویوں کا مذہب غلط ہے۔ اُن کی تبلیغ کا اُصول یہ تھا کہ کسی سے مذہبی عقائد کے متعلق قطعاً بحث نہ کیجائے مبلغین کو تاکید تھی کہ کسی عالم سے ہرگز معقولی گفتگو نہ کیجائے، اور جس شخص کو تبلیغ کیجائے پہلے یہ جانچ لیا جائے کہ اُس پر کس قسم کی باتونکا اثر ہو سکتا ہے اسی قسم کی باتیں کیجائیں۔ ہر فرقہ اور ہر مذہب حتیٰ کہ سندھ اور ملتان اور ہندوستان کے ہندوؤں تک کو بھی وہ انہیں کے حسب حال تبلیغ کر کے اپنے مسلک میں شامل کر لیتے تھے لیکن سمجھدار اور ذی علم لوگوں کو عموماً مخاطب نہیں کرتے تھے سُنّیوں کے سامنے خلفائے راشدین اور شیعوں کے سامنے ائمہ اہلبیت کی تعریف کرتے اور آوارہ مزاج لوگوں کے سامنے نماز روزہ کی تحقیر کرتے اور کہتے تھے کہ مولوی کا مذہب غلط ہے، ان لوگوں کے عقائد و اعمال کی مفصل روئداد بہت طویل ہے یہاں اسیقدر کافی ہے۔

عبد اللہ بن میمون مذکور کے معاصر بابک خورمی نے جو اپنے استاد جاویدان نامی کے مجوزہ مسلک کا امام بنگیا تھا صوبہ فارس کے شمال اور آذربائیجان کی سرحد کے قریب ۲۰۱ھ میں شاہی فوجونکا مقابلہ شروع کر دیا اور آذربائیجان کے علماء سے مباحثے کیے۔ بیس سال تک بابک خورمی نے شاہی فوجوں کے مقابلے میں خودمختاری کا عَلَم بلند رکھا اس کے مسلک میں قتل وخونریزی اور زنا کوئی جرم نہ تھے سنہ ۲۲۲ھ میں بابک خورمی گرفتار ہو کر سامرہ آیا اور قتل ہوا۔ اُسنے آذربائیجان میں ایک لاکھ پچپن ہزار آدمیوں کو قتل کیا۔

اسی صدی کے بہت سے گمراہ فرقوں میں ایک فرقہ منصوریہ بھی تھا جسکا بانی ابومنصور عجلی تھا اِس فرقہ کا عقیدہ تھا کہ جو شخص ایسے چالیس آدمیوں کو قتل کر ڈالے جو عقائد میں ہمارے مخالف ہوں تو وہ شخص جنّتی ہے۔ اس فرقہ کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ لوگوں کے مال پر قبضہ کر لینا جائز ہے اُنکے عقیدے میں آنحضرت صلعم پر نبوت ختم نہیں ہوئی بلکہ قیامت تک رسول پیدا ہوتے رہینگے۔

ایک فرقہ خطابیہ پیدا ہوا جو محمد بن مقلاص المعروف بہ ابوخطاب کیطرف منسوب ہے اُسکا عقیدہ تھا کہ ہر اُمّت کیلئے دو رسول ہوتے ہیں ایک ناطق دوسرا صامت۔ آنحضرت صلعم رسول ناطق ہیں اور حضرت علیؓ رسول صامت۔ امام جعفر صادقؒ کو بھی یہ لوگ نبی مانتے تھے اُنکا یہ بھی عقیدہ تھا کہ اپنے ہمخیال لوگوں کی بھلائی کیلئے جھوٹی گواہی دینا جائز ہے۔

تیسری صدی کے گمراہ فرقوں میں سب سے زیادہ مشہور قرامطہ کا فرقہ ہے جس کا بانی حمدان عرف قرمط نامی ایک شخص تھا وہ محمد بن حنفیہ کو رسول کہتا تھا۔ صرف دو نمازیں طلوع و غروب کے وقت کی دو دو رکعت مقرر کر کے باقی نمازوں کو ترک کر دیا۔ سال بھر میں صرف دو روزے کافی سمجھے گئے۔ حلال و حرام کی امتیاز اُڑا دی۔ اس گروہ کے عقائد میں یہ بات بھی شامل تھی کہ جو شخص قرمطی مذہب کے مخالف ہو اُسکا قتل کر دینا واجب ہے، نیز اُنکا عقیدہ تھا کہ اپنے امیر کے حکم کی خلاف ورزی کسی حالت میں جائز نہیں، چاہے وہ کتاب و سُنّت کے خلاف ہی کیوں نہ ہو امیر کی زبان سے جو حکم نکلے وہ قرآن مجید کے حکم کو منسوخ کر سکتا ہے۔ اس فرقہ نے تیسری صدی ہجری کے آخر میں قوت پا کر بڑے بڑے مظالم مسلمانوں پر کیئے چوتھی صدی کے ابتدا میں اس گروہ نے حج بند کر دیا۔ خاص حج بیت اللہ کے ایّام میں خانہ کعبہ میں جا کر ۳۱۸ھ میں حاجیوں کا قتل عام کیا۔ اُنکے سردار ابو طاہر قرمطی نے گرز مار کر سنگ اسود کو توڑ دیا۔ حاجیوں کی لاشوں سے چاہ زمزم کو پر کیا اور سنگ اسود کو دیوار کعبہ سے جدا کر کے اپنے دار الحکومت ہجر (علاقہ بحرین) میں لے آیا جو عرصہ دراز کے بعد پھر خانہ کعبہ میں لیجا کر نصب کیا گیا۔

انہیں قرامطہ کے معاصر ایک مجہول النسب عبیداللہ نامی نے ملک مغرب میں فاطمی

ہونے کا دعویٰ کرکے اپنے آپ کو مہدیٔ موعود بتایا اور بربر قوم کے جہلا کی حمایت و تائید
سے وہاں اُس کی حکومت قائم ہو سکی، پھر اسی عبیدی خاندان نے جو فاطمیین کے نام سے
مشہور ہے۔ مصر پر قبضہ کیا اور اپنے ملحدانہ و زندیقانہ عقائد و اعمال کو طاقت کے زور سے
پھیلانا چاہا ہزارہا علماء و صلحا کو دین اسلام کی خدمت و اشاعت کے جرم میں شہید کیا
یہ لوگ خلفائے راشدین اور عموماً تمام صحابہ کرام رض کو مرتد قرار دے کر اُن کی شان
میں دشنام دہی کرتے اور جس کی زبان سے مدح صحابہ رض نکلتی اُس کو بلا دریغ قتل
کر دیتے تھے۔ اِن لوگوں کا عقیدہ تھا کہ امیر یا امام تخت امارت و امامت پر قدم رکھتے ہی
گناہوں سے پاک اور معصوم ہو جاتا ہے، عبیدیوں کا عقیدہ تھا کہ امیر یا امام کا ہر ایک حکم قابل
اتباع ہے چاہے وہ کتنا ہی نامناسب نامعقول اور مخالف قرآن کیوں نہ ہو۔ اُنکے عقیدے
میں امامِ خدائی طاقتوں کا مالک اور خود اسکے جسم میں حلول کیے ہوئے ہوتا تھا۔ عبیدیوں نے اپنے
حدود حکومت میں نماز، زکوٰۃ و حج کو حکماً منسوخ قرار دیا تھا۔ نہ صرف صحابہ کرام رضوان اللہ
علیہم اجمعین بلکہ انبیاء علیہم السلام کو بھی گالیاں دیتے تھے۔

اسی چوتھی صدی میں مضافات واسط کے رہنے والے ایک شخص محمد بن علی نے بغداد
میں آکر ایک جدید مسلک کی اشاعت کی اپنے آپ کو مظہر خدا بتایا۔ وہ کہتا تھا کہ آنحضرت
صلعم کی شریعت اُسی زمانے کے عربوں کے لیے تھی اب اُس شریعت پر عمل نہیں
ہونا چاہیئے اُسنے حرام و حلال کی قیود سب اُٹھا دی تھیں اور تعجب ہے کہ اسکے حلقۂ ارادت
میں بھی ہزارہا مسلمان کہلانیوالے جاہل داخل ہو گئے تھے۔

پانچویں صدی ہجری میں حسن بن صباح نے ایک نہایت خطرناک جماعت تیار کی
حسن بن صباح جو نظام الملک طوسی وزیر اعظم دولت سلجوقیہ کی سفارش سے دربارِ
سلجوقیہ کا ایک معتبر رُکن بن گیا تھا اور وہاں سے اپنی محسن کشی کے سبب ذلت کے ساتھ نکالا گیا تھا
مصر پہونچکر عبیدیوں کے دربار میں رسوخ حاصل کیا مصر سے واپس آکر اصفہان میں قیام
کیا۔ اور مذکورہ باطنی فرقے کے لوگوں میں رسوخ حاصل کرکے انکو اپنے ساتھ ملایا اور
پہاڑی جاہل علاقوں میں اپنے منادو داعی پھیلا دیئے۔ خلاصہ کلام یہ کہ اُس نے

قہستان کے قلعۂ الموت پر قبضہ کر کے اردگرد کے علاقوں اور قلعوں پر قبضہ حاصل کر لیا اور اپنے جانبازوں کی فوج کو ترقی دے کر ستر ہزار تک پہنچا دیا۔ اُس نے قلعہ الموت کے قریب ایک دلکشا مقام پر باغ لگایا باغ میں نہریں اور خوبصورت ایوان و قصور تعمیر کرائے نوجوان اور حسین و جمیل عورتیں وہاں لاکر رکھی گئیں اس باغ کا نام جنت رکھا۔ پہاڑی علاقوں کے تندرست و تنومند نوجوانوں کو اوّل اپنے اصولوں کی تعلیم دی جاتی جب کوئی نوجوان شائستہ ہو جاتا تو اس سے کہتا تھا کہ میں تجھ کو جنت کی سیر کراتا ہوں جو میرے حکم کی تعمیل میں جان دینے کے بعد مستقل طور پر تجھ کو مل جائے گی چنانچہ اس کو بھنگ کا ایک پیالہ پلا کر بیہوش کر دیتا اور اس بیہوشی کی حالت میں اُسے اپنی جنت میں پہنچا دیتا وہاں اُسکو ہوش آتا تو وہاں کے لطف اور مزے دیکھ کر از خود رفتہ ہو جاتا چند روز مزے اڑانے کے بعد پھر بھنگ کا پیالہ پلوا کر اور بیہوش کرا کر باہر نکلوا لیتا۔ اس طرح یہ لوگ ہمہ اوقات اپنے امیر کے حکم کی تعمیل میں جان دینے اور جانِ دیگر جنت میں پہونچنے کی آرزو میں مستغرق رہتے اور بلا چون و چرا حکم کی تعمیل کرتے حسن بن صباح کی جماعت کا عقیدہ تھا کہ اگر ہمارا امیر یا امام ایسی چیزوں کو جنہیں شریعت اسلام اور قرآن مجید نے حرام قرار دیا ہے مباح قرار دیدے تو ہم اپنے امیر کے حکم پر عمل کرینگے اور شرع کے منصوص حکم کا کچھ لحاظ نہ کرینگے۔ حسن بن صباح نے اپنی جماعت کے لوگوں کے تین درجے رکھے تھے ایک داعی۔ دوسرے رفیق تیسرے فدائی یا جانباز۔ داعی وہ لوگ تھے جو دُنیا کے مختلف ممالک میں حسن بن صباح کے اُصولوں کی اشاعت نہایت چالاکی و ہوشیاری سے کرتے رہتے اور ہر سرکار و دربار میں پہونچے ہوئے جاسوسی کی خدمات بھی انجام دیتے تھے۔ رفیق وہ تھے جو حسن بن صباح کے پاس رہتے اور ضرورت کے وقت میدان جنگ میں نکل کر فوجوں کا مقابلہ کرتے تھے۔ جانباز یا فدائی وہ جاہل اور گنوار لوگ ہوتے تھے جو مذکورہ جنت میں پہونچنے کے لئے جان دینے پر ہمہ اوقات مستعد رہتے اور لوگوں کو قتل کرنے کے لیے اپنی جان پر کھیل کر ہر خطرناک سے خطرناک مقام پر پہونچ جاتے تھے۔ حسن بن صباح کی قائم کردہ اس جماعت نے دو سو سال تک عالم اسلام کو پریشان رکھا اور مسلمانوں کے ہزارہا علماء و صلحاء و امراء و وزراء و سلاطین اِنکے ہاتھوں سے

شہید ہوئے۔

اس داستان کو زیادہ طول دینے اور آجتک کے تمام فرق باطلہ کی مکمل فہرست پیش کرنے کی ضرورت نہیں انھیں مذکورہ چند فرقوں کی طرف اشارہ کردینا کافی ہے اس سے بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے کہ باطل ہمیشہ حق کے مقابلے میں مختلف سوراخوں سے مونھ نکالتا رہتا ہے اور اُسکے ہتھیاروں اور سامانوں میں سب سے زیادہ کارگر حربہ فریب اور دھوکا ہے جو شیطان نے آدمؑ کو دیا تھا یعنی احکام الہٰی کی طرف سے غافل و بے پروا بنا کر اپنے پیچھے چلانا اور اُسکے سامانوں میں سب سے زیادہ کارآمد سامان وہی نسیان و فریب خوردگی ہے جو آدم میں شیطان کو ملگیا تھا۔

یَا بَنِیْ آدَمَ لَا یَفْتِنَنَّکُمُ الشَّیْطَانُ کَمَا أَخْرَجَ أَبَوَیْکُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ یَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِیُرِیَهُمَا سَوْآتِهِمَا ط إِنَّهُ یَرَاکُمْ هُوَ وَقَبِیْلُهُ مِنْ حَیْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ إِنَّا جَعَلْنَا الشَّیَاطِیْنَ أَوْلِیَاءَ لِلَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ ٥ (الاعراف رکوع ۳)	اے آدم کے فرزندو کہیں شیطان اسی طرح تم کو نہ بہکائے جس طرح اُسنے تمہارے ماں باپ کو جنت سے نکلوادیا اُن سے اُنکے لباس اتروادئے تاکہ اُن کو اُنکی شرمگاہیں دکھلائے وہ اور اُسکا قبیلہ تم کو وہاں سے دیکھتا ہے جہاں سے تم اُن کو نہیں دیکھتے ہم نے شیطانوں کو انہیں لوگوں کا دوست بنادیا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔
وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَیْهِمْ إِبْلِیْسُ ظَنَّهُ فَاتَّبَعُوْهُ إِلَّا فَرِیْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ٥ (السبا۔ ۲)	اور ابلیس نے جو گمان اُنکی بابت کیا تھا اُس کو سچ کر دکھایا بجز ایمان والوں کے ایک گروہ کے سب اُسکے پیچھے ہوگئے
إِنَّهُ لَیْسَ لَهُ سُلْطَانٌ عَلَی الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَعَلٰی رَبِّهِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ ٥ إِنَّمَا سُلْطَانُهُ عَلَی الَّذِیْنَ یَتَوَلَّوْنَهُ وَالَّذِیْنَ هُمْ بِهِ مُشْرِکُوْنَ ٥ (النحل۔ ۱۳)	شیطان کا غلبہ اُن لوگوں پر نہیں ہے جو ایمان لائے ہیں اور اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں اُس کا غلبہ صرف اُن لوگوں پر ہے جو اُسکا ساتھ دیتے ہیں اور اُن پر ہے جو اپنے رب کے ساتھ شرک کرتے ہیں

اس اوپر کی مذکورہ روئداد سے بالکل عیاں ہے کہ جو لوگ کتاب و سُنّت کیطرف سے

غافل ہوئے اور جنھوں نے کتاب آلہی کی طرف سے غفلت اختیار کرکے دوسروں کی اطاعت اختیار کی انکو کیسی کیسی انسانیت سوز حرکتوں کا ارتکاب اور کیسی کیسی ذلتوں اور رسوائیوں کو برداشت کرنا پڑا اور اکیلے خدا اور احکام خدا کی فرمانبرداری کے سوا دوسروں کی فرمانبرداری کا جوا اپنی گردن پر رکھ کر کس طرح انسانیت سے خارج ہوکر حیوانیت اور درندگی اختیار کرنی پڑی

وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ○ وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ	اور جوکوئی ذکرالرحمٰن (قرآن مجید) کی طرف سے بے پروائی اختیار کرتا ہے توہم اس پرایک شیطان تعینات کردیتے ہیں سو وہ اسکے ساتھ رہتا ہے اور وہ (شیاطین) ان (غافلوں

اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ○ (الزخرف۔ رکوع ۴) کو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ ہم ہدایت پر ہیں۔

تمام باطل پرست فرقوں میں ایک چیز مشترک نظر آتی ہے کہ سب ہی نے ڈکٹیٹرشپ اور شخص پرستی کو قایم کیا اور ڈکٹیٹروں نے اپنے جاہل معتقدوں کے ذریعہ مخلوق خدا پر آزادانہ مظالم روا رکھے اور اسلام ہی کے نام سے اسلام کی بربادی اور نظم و نظام اسلامی کے تباہ کرنے کی کوششیں کیں لیکن خدا تعالےٰ نے ہمیشہ دین اسلام کی حفاظت کے سامان بھی موجود رکھے اور ہمیشہ موجود رکھے گا کیونکہ اسکا وعدہ ہے کہ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون

باطل پرست فرقے سب کے سب ہی انسان کو اشخاص پرستی میں مبتلا اور انکی فہم و فراست کو مفلوج کرنا چاہتے ہیں اور مفلوج العقل انسانوں ہی کی بدولت انکو کامیابی حاصل ہوسکتی ہے لیکن قرآن مجید انسان کی عقل و فہم اور فکر و تدبر کی قوت کو نشو و نما دینا اور ذی فہم انسان بنانا چاہتا ہے۔ باری تعالےٰ یوم جزا سلسلہ انبیا رکتب سماویہ اور عقائد و اعمال کے لیئے عقلی و فطری دلائل پیش کرتا اور انسان کو اس کی حاصل شدہ قوتوں سے آزادانہ صحیح کام لینے کا موقع بہم پہنچاتا ہے، جب کسی جماعت یا کسی تحریک کے اصولوں میں مجسوس ہو کہ حکم اور فیصلہ کا اختیار خدا اور رسول یعنی کتاب و سنت سے چھین کر کسی شخص یا اشخاص کو سپرد ہو رہا ہے اور خدا و رسول کی اطاعت مطلق کسی دوسرے کو منتقل کیجارہی ہے تو اس جماعت یا اس تحریک سے پرہیز کرنا فرض ہوجاتا ہے۔

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا	اور جوکوئی ہدایت کے ہویدا ہوچکنے کے بعد رسول کی مخالفت

تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا ۝ (النساء ۱۴)	کریگا اور مومنوں کے طریق کو چھوڑکر دوسرا طریق اختیار کرے گا تو ہم اُس کو اُسی رستے پر چلا ئینگے اور اُس کو دوزخ میں داخل کرینگے اور دوزخ بہت بُرا ٹھکانا ہے ۔

جن فاسق و بدعمل و بدعقیدہ خود ساختہ دُنیا پرست امراء وائمہ کا ذکر اوپر ہو چکا ہے، اُن سب کو مُسلمان کہلانے والوں ہی میں سے اطاعت کرنے والے ملتے رہے جب کہ اِسلام کی ابتدائی صدیوں میں بھی ایسے مسلمان کہلانے والے حمقا و جہلا بہ تعداد کثیر موجود ملتے رہے ہیں تو اس زمانے میں جب کہ ؎

کفر در کعبہ و اِسلام بہ یورپ گویند
ایں سخنہاست کہ از گس و بطی مشنوم

کا آوازہ بُلند ہے کتاب وسُنّت کی کسوٹی پر کسے بغیر خود ساختہ امیروں کی (جو اس زمانے میں بکثرت نمودار ہو رہے ہیں) امارت اور اطاعت کو تسلیم کرنے میں ہر مومن کو عمیق غور و فکر کر لینا اور اس مسئلہ کی اسلامی حیثیت سے کما حقہٗ واقف و آگاہ ہونا ازبس ضروری ہے ۔

اطاعتِ امیر

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۝ (النساء ۸) اطاعت کے معنی ہیں خوشی سے فرمانبرداری کرنا اور جو مطاع کہے اُسے برضا و رغبت ماننا اور اُسکے منشا کی موافق عمل کرنا۔ اسی سے استطاعت ہے جسکے معنی ہیں حد سہولت یعنی سہولت کے ساتھ تعمیل کرنے کی طاقت۔ خوشی اور رضا مندی سے صدقہ دینے والے کو مطوّع کہتے ہیں جیسا کہ سورۂ توبہ میں آتا ہے۔ اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقٰتِ توبہ رکوع ۱۰ اطاعت کا لفظ عام طور پر اس اطاعت کے لیئے بُولا جاتا ہے جس کو عبادت کہتے ہیں ۔۱

امیر کا لفظ امر سے مشتق اور صفت مشبہ ہے۔ امر کے معنی معاملہ۔ کام اور حکم کے ہیں ام
ہی سے ائتمار ہے جسکے معنی مشورہ کے ہیں۔ ائتمار کے معنی مشورہ اسلیئے ہیں کہ آپس میں ایک
دوسرے کے امر کو قبول کیا جاتا ہے۔ اولی الامر کا لفظ رسول۔ پادشاہ۔ قاضی۔ عالم۔ واعظ
سپہ سالار کسی کام کا مہتمم کسی خاص معاملہ کا ذمہ دار سب پر بولا جاتا ہے۔ اولی الامر
کی جگہ امیر کا لفظ بھی بول لیا جاتا ہے مسلمان عموماً امیر اُن لوگوں کو کہتے ہیں جو رسول اللہ صلعم
کے زمانے میں مقرر کیئے گئے۔ خلفائے راشدین میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سب سے پہلے امیر المومنین کے نام سے پکارے گئے مندرجۂ بالا آیت کا ترجمہ تفسیر بیان کرنے
سے پہلے چند ضروری باتیں عرض کرنا لازمی ہیں۔

ل

ایک حصہ انسانی زندگی کا ایسا بھی ہے کہ اسکے لیئے خدا تعالےٰ نے بہ چند قیود مومن انسانوں
کو طریق عمل کے تجویز کر لینے کا اختیار دیا ہے اور وہ حصہ ہے جو اس دنیوی محدود زندگی کی
گزران اور نظام سلطنت و قیام امارت اور تمدن و معاشرت کے ایک پہلو سے تعلق رکھتا ہے
لیکن اس میں بھی ہر قدم پر مقصد حیات انسانی اور اُخروی دائمی کامرانی کو مقدم اور
ہدایت نامۂ الٰہیہ کو مشعل راہ رکھنا ضروری ٹھہرایا گیا ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آنحضرت
صلعم سے دریافت کیا کہ اگر آپ کے بعد کوئی ایسی اہم بات پیش آئے جس میں قرآن کریم
کی کوئی نص صریح موجود نہیں نہ آپ کا کوئی فیصلہ ہے تو ہم اس حالت میں کیا کریں آپ نے
فرمایا کہ میری اُمت کے عاقل مگر نیک لوگوں کو جمع کرو اور مشورہ سے اسکا فیصلہ کرو اور
کسی اکیلے شخص کی رائے سے فیصلہ نہ کرو۔ نظام سلطنت فطرت انسانی کا تقاضا اور خدا تعالیٰ
کا منشا ہے، لہٰذا اُسکے اصولی ضوابط منضبط فرما کر جزئیات کو مومنانہ عقل و بصیرت کے سپرد
کر دیا اور اُسکے لیئے بھی قرآن مجید اور اسوۂ نبوی میں احکام و نظیریں موجود کر دیئے۔ مثلاً
قرآن مجید نے مسلمانوں کے اندر خلافت و امارت کے قایم ہونے کی خوشخبری آیت
استخلاف اور دوسری آیتوں میں دیدی اور خلفاء کے اصولی صفات بھی بیان فرما دیئے
مگر خلیفہ کے انتخاب کرنے کا کام مومن اور متبع شریعت مسلمانوں کی کثرت رائے پر چھوڑ دیا
اصول امارت میں ایک یہ بات بیان فرمائی کہ مومن اپنے امور امارت اور تمام قومی کام

مشورے سے کرتے ہیں اور اسکو مومنوں کی ایک علامت قرار دیا ہے۔

وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ (الشوریٰ - رکوع ۴)	اور مومن وہ ہوتے ہیں، جو اپنے رب کی فرمانبرداری کرتے اور نماز کو قایم کرتے ہیں اور انکا حکم اور فیصلہ آپس کے مشورے سے ہوتا ہے اور وہ ہمارے دیئے ہوئے میں سے خرچ کرتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو نبی ہونے کے علاوہ مسلمانوں کے امیر بھی تھے بحیثیت امیر ہمیشہ معاملات امارت میں مسلمانوں سے مشورہ کرتے اور مشورہ سے جو بات طے ہوتی اسپر عمل کرتے چنانچہ جنگ اُحد کے موقع پر بھی آپنے مشورہ کیا اور اس مشورے پر عمل کرنے سے بظاہر نقصان بھی پہنچا جس سے یہ احتمال ہو سکتا تھا کہ مشورے کے اس نتیجہ کو دیکھ کر مشورہ کی اہمیت و ضرورت کو خفیف نہ سمجھ لیا جائے لہذا اُسکے بعد پھر تاکیدی حکم دیا گیا کہ :-

وَشَاوِرْهُمْ فِى الْاَمْرِ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ (آل عمران - رکوع ۱۷)	اور (امارت کے) کام میں انکا مشورہ لیتے رہو پھر جب ایسا ہو کہ تم نے کسی بات کا عزم کرلیا تو اللہ پر بھروسہ کرو۔

اس حکم نے صاف طور پر مشورے کی عظمت و اہمیت کو قایم کردیا اور بتا دیا کہ اگر تم کو شوریٰ میں نقصانات بھی نظر آئیں تب بھی شوریٰ ضروری ہے۔ چنانچہ جنگ اُحد کے بعد جنگ احزاب میں بھی آپ نے خندق مشورے سے ہی کھدوائی اور محصور ہوئے۔ معاملہ افک میں بھی آپ نے مشورہ کیا فاذا عزمت فتوکل علی اللہ کا ہرگز ہرگز یہ مطلب نہیں ہو سکتا کہ امیر مشورہ لیکر عمل اپنی ہی رائے پر کرے اس طرح تو حکم مشورت کی کوئی حقیقت ہی باقی نہیں رہتی عزم کے معنی ہیں کسی کام کے کرنے پر دل کا مضبوط کرلینا اور ظاہر ہے کہ یہ مشورہ کا نتیجہ ہوگا اور مشورہ کے بعد ہوگا یعنی مشورہ کے بعد جو بات طے پائے اُس کو زیر عمل لانے میں خدا پر بھروسہ کرنا چاہیئے۔ ابن کثیر نے اذا عزمت کی تفسیر ان الفاظ میں کی ہے کہ اذا شاورتھم فی الامر و عزمت علیہ (جب تونے کام میں اُنسے مشورہ کرلیا اور اس مشورے پر پختہ ارادہ کرلیا) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم چونکہ نبی اور خدا تعالےٰ سے براہ راست ہدایت پانے والے اور معصوم تھے لہذا وہ اپنی تجویز کے مقابلے میں سب کی رائے کو ٹھکرا دینے کا یقیناً اختیار رکھتے تھے اور انکی رائے سب کی رائے پر فائق تھی لیکن چونکہ آپ کو اپنے بعد اُمت کی ہدایت کے لیے نظیر قایم کرنی تھی

لہذا آپؐ نے جنگ اُحد کے معاملے میں اپنی تجویز اور اپنی رائے کے خلاف کثرت رائے
پر فیصلہ کیا اور کثرت رائے کے فیصلے پر عامل ہوئے تاکہ آیندہ کسی امیر کے لیے یہ موقع باقی
نہ رہے کہ وہ اپنی رائے کے مقابلے میں مومنوں کی کثرت رائے کو امور مہمہ میں ٹھکرا سکے یہ ہی وہ
اسلامی نمونۂ امارت تھا جسکو دیکھ کر دنیا میں لوگوں نے پارلیمنٹری حکومتوں کا طریقہ ایجاد
کیا۔ اس موقع پر یہ بھی بتا دینا ضروری ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چونکہ خدا کے
رسول اور نبی تھے اور آپ پر وحی خفی اور وحی جلی نازل ہوتی تھی لہذا جس معاملے میں آپؐ
وحی نازل ہو جاتی اور خدا تعالےٰ کی طرف سے کسی کام کے کرنے یا نہ کرنیکی ہدایت ہوتی اس معاملے
میں آپ وہی طریقہ اختیار فرماتے جس کی منجانب اللہ ہدایت ہوتی اور کسی دوسرے
کے مشورے کو قبول نہ فرماتے اور ایسی بھی متعدد مثالیں آپ کی زندگی میں موجود ہیں اور یہ
آپکے مرتبہ نبوت و رسالت کی خاص شان تھی لیکن کس قدر شوخ چشمی و گستاخی اور کس قدر
بے دینی و بے حیائی ہے کہ بعض گمراہ فرقوں کے بانی اور امیر اپنے آپ کو رسول اللہ صلعم
کا قایم مقام بنا کر آپ کی مخصوص شان نبوت کی بعض کارروائیوں کو بطور مثال پیش کر کے
مسلمانوں کو دھوکا دیتے اور اپنی کارروائیوں میں اپنی مطلق العنانی کو جائز قرار دے کر گویا نبوت
و رسالت کے مدعی بنتے اور لوگوں سے اُسی قسم کی اطاعت چاہتے ہیں جیسی کہ صحابہ کرام
اپنے مطاع کامل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرتے تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی خلافتوں
میں اسی اصول مشورہ پر حکومت اسلامیہ قایم رہی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ،
صحابہ کرام کے مشورہ اور کثرت رائے سے خلیفہ منتخب ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت
زبیر رضی اللہ عنہ کو بیعت میں کسی قدر تامل ہوا تھا اس تامل کا سبب بھی دونوں صاحبوں
نے یہ ہی بیان کیا کہ ہم کو شریک مشورہ کیوں نہیں کیا گیا جب حضرت ابوبکر صدیق رضؓ
نے اُن کو یقین دلایا کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں ہم مہاجرین و انصار کے درمیان فتنہ و فساد
کے مٹانے کی غرض سے گئے تھے بیعت لینے نہیں گئے تھے، وہاں یہ صورت پیش آئی کہ سب
بیعت پر متحد ہو گئے اگر اُس وقت تامل کیا جاتا تو ضرور فتنہ برپا ہو جاتا یہ سنکر دونوں صاحبوں

نے کہا کہ آپ کو مستحق خلافت تو ہم بھی پہلے ہی سے سمجھتے ہیں، لیکن ہمیں تامل اسی وجہ سے ہتا کہ آپنے مشورہ میں ہمارا شریک کرنا کیوں ضروری نہیں سمجھا یہ کہکر انھوں نے بھی بیعت کرلی۔ اِس سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرام کے نزدیک مشورہ کی اہمیت کو قایم رکھنا کس قدر ضروری تہا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ نے بعد وفات نبویؐ صحابہ کرام کو مشورہ کے لیے جمع کرکے فتنۂ ارتداد کے متعلق تجاویز پیش کیں بعض صحابہؓ نے رائے دی کہ لشکر اسامہؓ کو جو شام کیطرف جانیوالا تہا روک لیا جاسے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضؓ نے اِسکے خلاف دلیل پیش کی کہ رسول اللہ صلعم کے روانہ کیئے ہوئے لشکر کو واپس بلانا اور آنحضرتؐ کی مجوزہ مہم کو ملتوی کردینا اطاعتِ رسول کے خلاف اور سخت گستاخانہ حرکت ہے اِس دلیل کو سب نے تسلیم کرلیا اور سب اس رائے پر متفق ہوگئے چنانچہ صحابہ رضؓ کی متفقہ رائے کیموافق حضرت ابو بکر صدیق رضؓ نے لشکر اُسامہ کو روانہ کیا منکرین زکوٰۃ کے متعلق حضرت عمر رضؓ اور بعض دوسرے صحابہؓ نے فرمایا کہ ان لوگوں کے خلاف تلوار نہیں اُٹھانی چاہیئے حضرت ابو بکر صدیق رضؓ اور بعض دوسرے صحابہ رضؓ کی ایک جماعت نے اسکے خلاف دلائل پیش کیئے اور اسلام کے ایک رکن کے انکار کو اسلام کا انکار ثابت کیا چنانچہ حضرت عمر فاروق رضؓ اور تمام اُنکے ہم خیال اس رائے سے متفق ہوگئے اور کسی ایک شخص کو اسمیں اختلاف باقی نہ رہا اور حضرت عمر فاروق ضرساری عمر اپنی رائے کی غلطی اور حضرت ابو بکر صدیق کی رائے کی صحت کا اقرار و اعلان کرتے رہے اور منکرین زکوٰۃ کے خلاف تلوار اٹھائی گئی ہے تو کسی صحابی کو اختلاف نہ ہتا اِس واقعہ میں مشورہ کی عظمت و اہمیت موجود ہے اور مطلق العنانی کی لعنت کا شائبہ تلاش نہیں کیا جا سکتا اور سب باتوں کی بنیاد اطاعتِ الٰہی پر ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فیصلوں کی ساری دُنیا میں دہوم ہے لیکن وہ ہر معاملے میں مشورہ و مناظرہ کیا کرتے یہانتک کہ امرِ حق کا انکشاف ہوجاتا۔ تنہا اپنی رائے پر نہ بھروسہ کرتے نہ عمل کرتے۔ ایکمرتبہ اُنکو خیال آیا کہ طواف کعبہ میں اب رمل کی کیا ضرورت رہ گئی وہ لوگ تو موجود ہی نہیں جن کو ہم اپنا سینہ نکالکر چلنا دکہاتے تھے۔ لیکن پھر آپ

اندیشہ ہوا کہ کہیں اس کا کوئی اور سبب نہ ہو، چنانچہ بدستور عامل رہے اور رسول اللہ صلعم نے جس عمل کو کیا تھا اُسکے ترک کی جرأت نہ کرسکے۔ وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيْرًا (النساء - ۱۷) یہاں سبیل المومنین یا مسلمانوں کے طریق عمل سے مراد وہی اطاعت احکام آلہی کا طریقہ ہے اور رسول کی مخالفت بھی احکام آلہی کی مخالفت ہے سبیل المومنین کی اتباع اور احکام رسول کی اتباع حکم آلہی کی بناء پر ہے اور اصل مطاع خدائے تعالےٰ ہی ہے، کوئی دوسرا وجود مومن کا بلا شرط مطاع یعنی مطاع مطلق ہو ہی نہیں سکتا۔

تدبر فی القرآن اور کتاب اللہ سے اخذ ہدایت و استخراج احکام کے متعلق ایک مسلمہ اُصول یہ ہے کہ جو چیزیں جس قدر زیادہ ضروری اور اہم ہوتی ہیں قرآن مجید اُن کو بار بار طرح طرح سے بیان فرماتا ہے، اور وہی اُمور مہمہ ہوتے ہیں اور دوسری چیزیں جنکا ذکر قرآن مجید میں کسی ایک ہی جگہ آیا ہے اُنہیں اُمور مہمہ کی روشنی میں دیکھی سمجھی سوچی جاتی اور اُن کے ذیل میں رکھی جاتی ہیں۔ قرآن مجید میں ایک دو جگہ نہیں بہت سی جگہ خدا و رسول کی اطاعت کا ذکر آیا ہے۔ صرف چند آیتیں بطور نمونہ ذیل میں درج کیجاتی ہیں۔

(۱) قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ○ (آل عمران - ۴)

(۲) وَمن يطع الله و رسوله يدخله جنّٰت تجری من تحتها الانهار (النساء رکوع ۲)

(۳) و من يطع الله والرسول فاولئك مع الذين انعم الله عليهم (النساء - ع ۹)

(۴) من يطع الرسول فقد اطاع الله (النساء - ۱۱)

(۵) واطيعوا الله واطيعوا الرسول واحذروا (المائده - ۱۲)

(۶) واطيعوا الله واطيعوا الرسول ان كنتم مؤمنين (انفال - ۱)

(۷) اطيعوا الله ورسوله ولا تولوا عنه وانتم تسمعون (؍؍ ۳)

(۸) اطيعوا الله ورسوله ولا تنازعوا (انفال - ۶)

(۹) ويطيعون الله ورسوله اولئك سيرحمهم الله (التوبه - ۹)

(۱۰) ومن يطع الله ورسوله ويخش الله ويتقه فاولئك هم الفائزون (النور - ۷)

(۱۱) قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ (النور - ۷)

(۱۲) ومن یطع اللّٰہ ورسولہ فقد فاز فوزاً عظیما (الاحزاب - ۹)

(۱۳) یاایھا الذین آمنوا اطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرسول ولا تبطلوا اعمالکم (محمد - ۴)

(۱۴) ومن یطع اللّٰہ ورسولہ یدخلہ جنّٰت تجری من تحتھا الانھٰر (الفتح - ۲)

(۱۵) وان تطیعوا اللّٰہ ورسولہ لا یلتکم من اعمالکم (الحجرات - ۲)

(۱۶) واطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرسول فان تولیتم فانما علٰی رسولنا البلاغ المبین (التغابن)

اس ایک ہی مضمون کی آیتوں کی فہرست بہت طویل ہوسکتی ہے ہر جگہ خدا ورسول ہی کی اطاعت کا حکم دیا ہے، کسی اور کی اطاعت کا قطعاً ذکر نہیں اگر خدا ورسول کے سوا کسی دوسرے کی اطاعت بھی اسی شان کی ہوتی تو یقیناً خدا تعالےٰ اسکا بھی اسیطرح حکم دیتا لیکن سارے قرآن مجید میں ایک اور صرف ایک ہی جگہ خدا ورسول کی اطاعت کے ساتھ اولی الامر کی مشروط اطاعت کا بھی ذکر آیا ہے وہ آیت اس فصل کی پیشانی پر درج ہے جسکا ترجمہ یہ ہے کہ:-

"مسلمانو! اللہ کی اطاعت کرو اور اللہ کے رسول کی اطاعت کرو اور اُن لوگوں کی جو تم میں صاحبِ امر ہوں، پھر اگر کسی معاملہ میں تم (اور اولی الامر) آپس میں جھگڑ پڑو تو اس تنازع کو اللہ اور اُسکے رسول کی طرف رجوع کرو (اور جو اللہ ورسول کا فیصلہ ہو اُسے تسلیم کرو) اگر تم اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو تو تمہارے لیئے یہی راہِ عمل بہتر ہے اور اسی میں انجام کی بھلائی ہے۔"

یہ اوپر ثابت ہوچکا ہے کہ خدا اور رسول کی اطاعت دو جدا جدا قسم کی اطاعتیں نہیں بلکہ ایک ہی اطاعت ہے جو مطلق ہے من یطع الرسول فقد اطاع اللّٰہ اس مندرجہ عنوان آیت میں اگر اولی الامر کی اطاعت کو بھی خدا ورسول کی اطاعت کی طرح بلاشرط بیان کیا جاتا تو سخت دشواری پیش آتی اسلئے کہ سارا قرآن تو پکار پکار کر یہ اعلان کر رہا ہے کہ خدا ورسول کی اطاعت کے سوا کوئی اطاعت نہیں لیکن یہاں اولی الامر جو نہ خدا ہے نہ رسول ہے، بلکہ معمولی انسانوں میں سے منتخب کیا جاتا ہے مطاعِ مطلق بنجاتا۔ چونکہ قرآن مجید خدا کا کلام ہے اور اُسنے اپنے اندر اختلاف کے ہونے سے انکار کیا ہے (ولو کان من عند غیر اللّٰہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیرا) لہٰذا اُسنے نہایت واضح اور غیر مشتبہ طور پر ساتھ

ہی یہ بتا دیا کہ اولی الامر سے تمہارا اختلاف ہو سکتا ہے اور اس حالت میں وہ معاملہ جس میں تمہارا اختلاف ہوا ہے اللہ و رسول یعنی کتاب و سنّت کیطرف لوٹایا جانا چاہیئے اور کتاب و سنّت (ہدایت آلہیہ) کے ذریعہ جو فیصلہ ہو وہ قبول کرنا چاہیئے، اولی الامر کے پاس چونکہ رسول کی لائی ہوئی ہدایت کے سوا ہدایتِ الٰہی کے معلوم کرنے کا کوئی جُدا اور نیا ذریعہ نہیں ہے لہٰذا اُسکے کسی حکم کو جو کتاب و سنّت کے خلاف ہو ہر ایک مومن رد کردے گا اور جب تک اُسکا کتاب و سنت کے موافق ہونا ثابت نہ ہو جائیگا ہرگز ہرگز نہ مانے گا ایک غیرنبی اور غیرمعصوم اولی الامر یا امیر یا امام کی تو حقیقت ہی کیا ہے خود افضل الرسل سید اولاد آدم علیہ الصلوٰۃ والسّلام بھی اگر اپنے منصبِ رسالت و نبوت کے علاوہ محض اپنی بشریت کی بنا پر کوئی بات فرماتے تو اُس کی اتباع کو خود ہی اُمت کے لیئے ضروری نہ ٹھہراتے جیساکہ حدیث تابیر نخل اور بعض دوسری حدیثوں سے ثابت ہے اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب حجۃ اللہ البالغہ اور عقد الجید میں اس مضمون کو مفصل و مدلل طور پر بیان فرمایا ہے۔ خدا تعالےٰ خود قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ:۔

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبَّانِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتَابَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ۝ (آل عمران - ۸)	کسی انسان کا یہ حق نہیں کہ خدا تو اُسے کتاب اور حکومت اور نبوت عطا فرمائے اور پھر وہ شیوہ اختیار کرے کہ لوگوں سے کہے کہ خدا کو چھوڑ کر میرے بندے بنجاؤ یعنی خدا کے احکام کی جگہ میرے حکموں کی اطاعت کرو بلکہ تم کو چاہیئے کہ ربّانی انسان بنو اسلیئے کہ تم کتاب اللہ کی تعلیم دیتے رہتے ہو اور اسلیئے کہ اُسکے پڑھنے پڑھانے میں مصروف رہتے ہو۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کسی انسان کے لیئے ہرگز یہ جائز نہیں کہ خدا تعالےٰ کے احکام کو نظر انداز کرکے کسی انسان کے مجوزہ احکام کی اطاعت کرے خدا تعالےٰ نے رسولوں کو اسلیئے مبعوث کیا ہے کہ وہ لوگوں کو احکام الٰہی کی دعوت دیں اسلیئے نہیں کہ اپنی بندگی کرانے لگیں

مندرجہ عنوان آیت فصل خصوصات۔ قیام عدل اور اُمور سلطنت کے متعلق ہدایات کے سلسلے میں بیان ہوئی ہے اُس میں اولی الامر سے مراد سپہ سالار۔ قاضی یا مسلمان

پادشاہی ہوسکتے ہیں اور اس سے پہلی آیت میں ان اللہ یا مرکم ان تؤدوا الامانات الی اھلھا الخ کا حکم دے کر امیر یا خلیفہ کے انتخاب کی کارروائی میں احتیاط سے کام لینے کی تاکید فرمائی کیونکہ امانت کے معنی فرائض۔عبادت۔ودیعت۔ذمہ داری۔امان آتے ہیں انسانوں کو اللہ کی دی ہوئی قوتیں بھی امانت ہیں، ان قوتوں کا بے محل صرف کرنا۔محل پر اُن سے کام نہ لینا، عبادت الٰہی میں کوتاہی کرنا۔احکام آلہی کو بجانہ لانا سب امانت میں خیانت کرنا ہے تو ءدوا الامانات کا یہ بھی مطلب ہے کہ امارت اور خلافت ایسے شخص کو سپرد کرو جو اُسکا اہل ہو، نااہل اور نالائق کو یہ کام سپرد نہ کرو، ورنہ امانت میں خیانت کرنیوالے سمجھے جاؤگے، اہلیت کا معیار بھی قرآن مجید ہی نے دوسری آیات میں بالتفصیل بیان فرمایا دیا ہے پھر ان سب باتوں کے بعد بھی اولی الامر سے غلطیاں سرزد ہوسکتی ہیں اور اُس سے اختلافات کا اظہار کیا جاسکتا اُسکو کتاب سنت کی اطاعت و متابعت پر مجبور کیا جاسکتا ہے اور اگر وہ راہِ راست پر نہ آئے تو اُس کو معزول کیا جاسکتا اور اُسکے خلاف خروج کیا جاسکتا ہے۔مندرجہ عنوان آیت کے شانِ نزول کے متعلق حضرت امام بخاری رحمہ نے اپنی صحیح میں اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ نے اپنی مسند میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روایت بیان کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار کے ایک شخص کو ایک لشکر کا امیر بنا کر بھیجا جب یہ لشکر کسی مقام پر پہنچا تو وہ امیر اپنے لشکر والوں سے کسی بات پر خفا ہو گیا اور کہا کہ کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تم کو حکم نہیں دیا کہ تم میری اطاعت کرو انھوں نے کہا کہ ہاں ہم کو تمہاری اطاعت کا حکم دیا گیا ہے اُسنے کہا اچھا لکڑیاں جمع کرو، چنانچہ لکڑیاں جمع ہوگئیں پھر اُن لکڑیوں میں آگ لگا دی گئی جب وہ جلنے لگیں تو اُس امیر نے کہا کہ میں تمکو حکم دیتا ہوں کہ تم اس آگ میں داخل ہوجاؤ یہ سنکر اُن میں سے ایک جوان نے کہا کہ تم تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آگ سے بچنے کے لئے حاضر ہوئے ہو لہٰذا اِس حکم کی تعمیل میں جلدی نہ کرو جب تک رسول اللہ صلعم سے نہ مل لو اگر آنحضرت صلعم نے تم کو آگ میں داخل ہونے کا حکم دیا تو داخل ہوجانا، چنانچہ جب وہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئے اور اس واقعہ کا حال سنایا تو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اگر تم آگ میں داخل ہوجاتے تو پھر

کبھی باہر نہ نکلتے (یعنی اپنے ہمسے کے اس نامعقول اور غیر مشروع حکم کو مان لیتے تو دوزخی بنجاتے)
صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے مزید متفقہ الفاظ یہ ہیں کہ "اطاعت امرِ معروف میں ہوتی ہے فعل
منکر میں نہیں ہوتی"۔ حاصل مطلب یہ کہ اولی الامر یا امیر یا امام ہرگز مطاعِ مطلق نہیں ہوسکتا
مطاعِ مطلق اور فرمانروائے ناطق صرف خدا و رسول ہیں۔

قرآن مجید نے مطاعِ حقیقی کی اطاعت کے سوا کسی کی اطاعت کو مطلق یعنی غیر مشروط
اور جائز نہیں قرار دیا بلکہ سب کی ممانعت ہی کی ہے یہاں تک کہ ماں باپ جیسے محسنوں
کی اطاعت سے بھی منع فرمایا ہے جب کہ وہ اطاعت آلہٰی کے منافی ہو:۔

وَاِنْ جَاهَدَاكَ عَلٰۤى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ۔ (لقمان ۔ رکوع ۲)	اور اگر تیرے والدین تجھ پر زور ڈالیں کہ میرے ساتھ اسکو شریک بنائے جس کا تجھ کو علم نہیں ہے تو تو ان کی اطاعت نہ کر۔

خدا تعالیٰ نے رسول کے سوا ہر انسان کی اطاعت کو ممنوع قرار دیا ہے۔

وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ○ (الانعام ۔ رکوع ۱۴)	دُنیا کے اکثر لوگ ایسے ہیں کہ اگر تو اُن کی اطاعت کرے گا تو وہ اللہ کی راہ سے تجھے گمراہ کر دینگے وہ صرف گمان کے پیچھے چلتے ہیں اور محض اٹکلیں دوڑاتے ہیں:۔

رسول برحق کے سوا جو شخص بھی ہوگا وہ بلا شرط مطاع نہیں ہو سکتا اسلیے کہ اطاعت
تو ہدایت آلہٰی کی ہی ہے اور ہدایت الہٰی کا لانیوالا رسول برحق ہی ہوتا ہے اور وہی لوگوں کو اطاعت
الہٰی کی طرف بلاتا ہے، دوسرا کوئی شخص مطاع نہیں ہو سکتا لیکن نسلِ انسانی اور مسلمان
کہلانیوالوں میں باوجود ادعائے قرآن فہمی ایسے بدنصیب لوگ بھی پیدا ہونے لگے ہیں جو کہتے ہیں
کہ اس زمانے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت اور قرآن مجید کی تعلیمات سے کام نہیں چل سکتا
اور یہاں تک اُن کی بے حیائی ترقی کر گئی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ اگر اس زمانے میں رسول اللہ
صلعم ہوتے تو وہ بھی یہی کام کرتے جو ہم خلاف شرع کر رہے ہیں ان لوگوں نے گویا خود رسالت
کا دعوٰے کرکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کی نبوت اور خاتمیت کا انکار کر دیا ہے حالانکہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا مطلب یہ ہی ہے کہ آپ نے انسان کی دینی و دنیوی اور مادی و روحانی ترقیات اور عقلی و اخلاقی کمال حاصل کرنے کے ان تمام سچے اصولوں کی تکمیل کر دی جنسے بڑھ کر اب کوئی نیا اصول پیدا نہیں ہو سکتا اور جن کی حفاظت کا خود خدا تعالےٰ نے وعدہ فرما لیا ہے۔

امیر یا اولی الامر کی اطاعت انسان انھیں امور میں کر سکتا ہے جو معروف ہوں اور جنکے متعلق خدا و رسول کے حکم و منشا کے مخالف ہونے کا احتمال نہ ہو۔ امیر یا اولی الامر کے متعلق اس اطمینان کا ہونا اولین شرط ہے کہ وہ متبع کتاب و سنت ہے اور سبیل المومنین کی مخالفت کا مرتکب نہیں ہے یہ ہی وجہ ہے کہ شریعت اسلام نے ایک حبشی غلام کے لیئے تو امارت و امامت و خلافت کا دروازہ بند نہیں کیا بلکہ اگر وہ خلیفہ یا امیر منتخب ہو جائے تو اس کی اطاعت کا حکم دیا لیکن ایک فاسق اور بد عقیدہ یا بد عمل کی امارت اور اس کی اطاعت کے لیئے کوئی گنجائش نہیں رکھی اور اطاعت اولی الامر والی آیت میں بھی منکم کے لفظ سے اسی طرف اشارہ کیا کہ وہ سبیل المومنین یعنی اتباع کتاب و سنت سے منحرف نہ ہو۔ یہ ہی وجہ تھی کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے نہ صرف اپنی جان بلکہ اپنی عزیز اولاد اور قریبی رشتہ داروں کی جانیں قربان کرنی گوارا کیں اور ایک ایسے امیر کی جس کو وہ فاسق سمجھتے تھے، اطاعت گوارا نہ کی، یہ ہی مومن کی شان ہے اور یہ ہی ہر مسلمان کا فرض۔

مندرجہ عنوان آیت میں اللہ و رسول کی اطاعت کو بلا قید اور مطلق فرما کر اولی الامر کی اطاعت کو اس شرط اور قید کے ساتھ مشروط و مقید کر دیا ہے کہ وہ اللہ اور رسول کے حکم کے خلاف نہ ہو۔ اللہ و رسول کے حکم میں غلطی کا امکان نہیں اولی الامر کا حکم اللہ و رسول کے خلاف اور غلط ہو سکتا ہے، اولی الامر جس قدر کتاب و سنت سے ناواقف ہوگا اسی قدر اس سے زیادہ غلطیاں ہونگی اور اسی قدر اُسکے احکام زیادہ مردود ہونگے اور کتاب و سنت ہی کو حکم بنایا جائے گا۔ آیت مذکورہ سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ ہر امر متنازعہ فیہ میں فیصلہ کتاب و سنت ہی کے ذریعے ہونا چاہیئے۔ اسی میں انجام کی خوبی اور اسی میں بھلائی ہے۔ جو اس سے انکار کرتا ہے وہ اللہ اور یوم آخر پر ایمان نہیں رکھتا۔

انجام کی خوبی کا یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ خدا و رسول یعنی کتاب و سُنّت کو قاضی مانکر تمام مسلمانوں میں اتحاد و یکجہتی قایم رہ سکتی ہے غیر معصوم غلط کار اور معمولی انسانوں کو اگر مطاع بنا لینے اور اُنکے احکام کو بلاچون وچرا مان لینے کی حماقت مسلمانوں سے سرزد ہوگی تو ہر امام اور ہر امیر اپنی ہی اپنی سمجھ یا خواہش کے موافق الگ الگ راستے تجویز کرے گا اور اس طرح اصل دینِ اسلام برباد اور مسلمانوں کا شیرازہ درہم برہم ہو جائے گا، حالانکہ دین برحق اور کلام الٰہی کی رُو سے اُمتِ مسلمہ میں آنحضرت صلعم کے بعد کوئی بھی ایسا شخص نہیں ہو سکتا کہ اُس سے تنازع نہ کیا جاسکے اور وہ خود بانیٔ شرع یا ترمیم کنندۂ مذہب اسلام اور غیر مسئول و مطاع مطلق بن سکے نسلِ انسانی کے لیئے اس سے بڑھکر کوئی بدنصیبی کوئی لعنت اور کوئی رذالت نہیں ہو سکتی کہ وہ کسی غیر معصوم انسان کو اپنا مطاع مطلق اور غیر مسئول فرمانروا تسلیم کرکے خوشی سے اُسکے ہر ایک جا وبیجا حکم کی تعمیل کے لیئے آمادہ ہو جائے شیعوں نے غالباً اسی لیئے اپنے اماموں کے معصوم ہونے کا عقیدہ تراشا اور دوسرے مذکورۂ بالا گمراہ فرقوں کے بنانے والوں میں ہر بوالہوس نے اپنے آپ کو معصوم اور مبرا عن الخطاء یقین کرانے کے لیئے طرح طرح کے فریبوں سے کام لیا لیکن ہر ایک وہ شخص جو قرآن مجید اور سُنت نبوی کی مشعل اپنے پاس رکھتا ہو اس قسم کے فریبوں کا شکار ہرگز نہیں بن سکتا اور جس مومن کو آنحضرت صلعم کی یہ آخری وصیت یاد ہو کہ "خدا اور خدا کے بندو نپر برتری نہ ڈھونڈو" وہ کبھی مطلق العنانی اور شخصیت پرستی کا حامی نہیں بنایا جا سکتا۔

مندرجۂ عنوان آیت کے متعلق امام ابن حزم ظاہری کا قول ہے کہ:-

کسی کو جائز نہیں ہے کہ بجز رسول اللہ کے بلا دلیل کسی شخص کے قول کو اختیار کرے اسلیئے خدا تعالےٰ کا ارشاد ہے کہ انھیں اُمور کا اتباع کرو جو تمہارے رب کیطرف سے تمپر نازل کیا گیا ہے اور خدا کے علاوہ اور اولیاء کا اتباع نہ کرو۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:-

مُنازعت کے وقت بجز قرآن و حدیث کے کسی اَور طرف متوجہ ہونے کو خدا تعالےٰ نے جائز نہیں رکھا کسی دوسرے شخص کے قول کی طرف رجوع نہ کیا جائے اسلیئے کہ یہ

قول قرآن و حدیث کا غیر ہے اور تمام تابعین کا اس پر اتفاق ہے کہ کوئی شخص اپنے زمانہ یا زمانہ سابق کے کسی شخص کے قول کی طرف بجز کتاب و سنت متوجہ نہ ہو۔"

حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ:۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا ہر انسان کا کلام اختیار کرنے اور رد کرنے کے قابل ہے۔"

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ:۔

"جو شخص میرے قول کی دلیل کو نہ جانے اُسکے لیے جائز نہیں کہ میرے قول پر فتویٰ دے۔"

حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ:۔

"بجز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی شخص کا قول قابل حجت نہیں۔ قیاس حجت ہے اور نہ کسی شے میں رضا و تسلیم ہے پس مکمل اطاعت اگر ہے تو خدا اور رسول ہی کے لیئے ہے۔"

حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ:۔

"کسی کی مجال نہیں ہے کہ خدا و رسول کے مقابلے میں کچھ بھی کہہ سکے۔"

حضرت امام ابن تیمیہ رض کا قول ہے کہ:۔

"جب اولی الامر کے ساتھ منازعت اختلاف پیدا ہو تو سوائے کتاب و سنت کے اور کسی کی طرف متوجہ نہیں ہونا چاہیے۔"

خدا تعالےٰ خود فرماتا ہے کہ:۔

وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ (الشوریٰ۔ رکوع ۲)	اور جس بات میں تم آپس میں اختلاف کرو اُس کا فیصلہ اللہ ہی کی طرف ہے۔
أَفَغَيْرَ اللَّهِ أَبْتَغِي حَكَمًا وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ إِلَيْكُمُ الْكِتَابَ مُفَصَّلًا ط (الانعام ۱۴)	کیا اللہ کے سوا میں کسی اور کو حَکَم تسلیم کر لوں حالانکہ وہی ہے جسنے تمہاری طرف مفصل کتاب اُتاری ہے۔

اس سے بڑھ کر فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ الخ کی اور کیا تفسیر ہو سکتی ہے

خدا تعالےٰ یہود و نصاریٰ کی نسبت قرآن مجید میں فرماتا ہے۔

اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ (التوبہ - رکوع ۵)	ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے علما اور مشائخ کو پروردگار بنا لیا۔

جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت عدیؓ بن حاتم طائیؓ جو پہلے عیسائی تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ "ہم اپنے علما و مشائخ کی پرستش تو نہیں کرتے تھے"۔ آپ نے فرمایا "کیا جس بات کو وہ حرام ٹھہرا دیتے تھے تم اُس کو حرام نہیں سمجھ لیتے تھے اور جس بات کو وہ حلال ٹھہرا دیتے تھے تو تم اُسے حلال نہیں سمجھ لیتے تھے؟" اُنھوں نے عرض کیا کہ "ہاں! ایسا تو ہوتا تھا"، فرمایا کہ "یہی تو اُنکا پروردگار بنا لینا ہے"۔ پس معلوم ہوا کہ اپنے پیشواؤں کے احکام کو جو اُنھوں نے اپنی خواہش اور رائے سے دیئے ہوں، خدائی احکام کی طرح بلا چون وچرا مان لینا اور اُنکو احکام آلہی کی طرح قابل اتباع سمجھنا، قرآن مجید کے نزدیک اُنکو خدا بنا لینا ہے۔ اس طرح قرآن مجید کی جگہ انسانی کلام مرکز ہدایت قرار پاتا اور کلام آلہی بیکار اور ناقابل التفات ہو جاتا ہے اور انسان ایسی اطاعت سے اپنی فہم وذکا اور عقل ودانائی کو برباد کرکے اور جہل وحماقت میں مبتلا ہو کر اپنی ترقیات کے راستوں کو مسدود کر دینے سے انسانوں میں شمار ہوتا ہوا بھی چوپایہ صفت بنجاتا ہے، اسلئے کہ جب اُسکے اعتقاد وعمل کا انحصار ہدایت آلہی پر نہ رہا۔ بلکہ ایک یا چند انسانوں کی رائے پر آٹھہرا اور اپنی عقل سے کام لینے اور راستی وناراستی کے جانچنے اور پرکھنے کا کوئی موقع ہی نہ رہا اور غیر معصوم کو مطاع مطلق بنا لیا تو اُس میں اور چوپایہ میں فرق ہی کتنا رہ گیا؟ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ وہ اولی الامر جو اپنی ایسی خواہش نفس کا متبع ہو جس کی خدا تعالےٰ نے ہدایت نہیں کی سب سے زیادہ گمراہ ہے۔

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ (القصص - ۵)	اُس سے بڑھ کر کون گمراہ ہوگا جسنے خدا کی ہدایت کے بغیر اپنی خواہش نفس کی پیروی کی۔

اولی الامر کی مشروط ومقید اطاعت کی حیثیت اور اطاعت آلہی کی عظمت بخوبی سمجھ میں آجاتی ہے جب اس آیت پر غور کیا جاتا ہے مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ الخ (یہ آیت اور اسکا ترجمہ اوپر گزر چکا ہے) جب کسی نبی کو بھی یہ حق نہیں دیا

گیاکہ وہ لوگوں کو اپنا غلام بنائے، تو اولی الامر مطاع مطلق کیسے بن سکتا ہے شخص پرستی میں سب سے زیادہ اہم معاملہ رسول یا نبی ہی کی شخصیت کا ہوسکتا تھا اور تمام مذاہب میں اسی راستے سے گمراہیوں نے دخل پایا لیکن اسلام نے اسکا سب سے زیادہ معقول بندوبست کیا کہ نبی کی ایک حیثیت النبی اور الرسول کی الگ نمایاں کردی اور دوسری حیثیت بشر اور عبد ہونے کی جدا ظاہر فرمادی اسلام کے بنیادی کلمہ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ میں آنحضرت صلعم کے بندہ اور رسول ہونے کا اقرار ہے اور قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ کا اعلان ہے دوسری طرف مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۔ (النساء۔ ۱۱) کا فرمان واجب الاذعان ہے۔

مسواک کی فضیلت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک مشہور حدیث ہے کہ لولا ان اشق علےٰ اُمّتِیْ لامرتھم بالسواک عند کل صلوٰۃ (اگر میں اپنی امت کے لوگوں پر دشوار نہ سمجھتا تو ہر ایک نماز کے لیے مسواک کرنے کا حکم دیتا) اب اگر کوئی اولی الامر ہر نماز کے لیے مسواک کرنا فرض قرار دیدے اور نماز و وضو سے زیادہ مسواک کا تقید کرے تو جہانتک اس حدیث کی صحت کا تعلق ہے اُسکے اس حکم اور تقید کو توڑ دینا اور اُسکے حکم کو نہ ماننا موجب ثواب ہے اسلیے کہ اُسنے خود رسول بننے کی کوشش کی اور اپنی سوچی ہوئی مصلحت کو رسول اللہ صلعم کی مصلحت پر ترجیح دی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ مبارک کی توہین اور شریعت میں اصلاح و ترمیم کرنی چاہی۔ وہ صرف ترغیب دے سکتا تھا جیسا کہ رسول اللہ صلعم نے ترغیب دی ہے لیکن مسواک کو وضو کی طرح لازمۂ نماز نہیں بنا سکتا تھا کیونکہ رسول اللہ صلعم نے اُسکو لازمۂ نماز نہیں بنایا۔

خدا تعالے نے حکم فرمایا ہے کہ اَلسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا (المائدۃ۔۶) (چورانے والے اور چورانے والی کے ہاتھ کاٹ ڈالو) آنحضرت صلعم نے چوری کا اندازہ بھی تبلا دیا کہ چوتھائی دینار یا تین درہم تک کی چوری پر ہاتھ کاٹا جائے گا۔ اب اگر کوئی اولی الامر یا امیر اپنی رائے کو کام میں لاکر خیانت کرنیوالے کا جسنے چوتھائی دینار سے زیادہ کی خیانت کی ہو، ہاتھ کاٹنے کا حکم دے اور ساتھ ہی دلیل بھی بیان کرے کہ چوری اور خیانت کا نتیجہ

ایک ہی ہے تو اُسکے اِس حکم اور دلیل کو رَد کر دینے اور نہ ماننے کا حق حاصل ہے اسلیئے کہ خیانت کا ذکر قرآن مجید اور احادیث نبوی میں آیا ہے مگر اس کی سزا ہاتھ کاٹنا نہیں بیان کی گئی۔ اِس اختلافی معاملہ کا فیصلہ کتاب و سُنت ہی کے ذریعے کیا جائیگا اور حدود اللہ کو اُس اولی الامر کے ہاتھوں ہرگز ہرگز بے عزت نہ ہونے دیا جائے گا کیونکہ وہ مطاع مطلق نہیں ہے

رُدُّوہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ !

سُورۂ النسار کی مذکورہ اولی الامر والی آیت کا ترجمہ بعض خود غرض لوگوں نے انتہائی شوخ چشمی کے ساتھ یوں کیا ہے کہ "اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اولی الامر کی اطاعت کرو اور اگر اولی الامر کے کسی حکم کو تم خلاف شرع اور کتاب و سُنت کے خلاف سمجھو تب بھی اُس کی تعمیل بلاچون وچرا کیئے جاؤ خدا اور رسول اُس سے آپ سمجھ لینگے اور قیامت کے دن اُس کو آپ سزا دے لینگے تم کو سوچنے سمجھنے اور حق و باطل میں تمیز کرنے کا کوئی حق نہیں تم تو نظم ونظام قایم رکھنے کے لیئے بے سوچے سمجھے تعمیل کیئے جاؤ اور کوئی تنازع نہ کرو" اِس ترجمہ اور اِس دلیرانہ تحریف فی القرآن نے تو تمام نظم ونظام اسلام اور دین برحق کی بیخ کنی کر دینی چاہی ہے۔ دینِ حق کی بنیاد خدا تعالیٰ کی خالص فرمانبرداری پر ہے وہ کامل فرمانبرداری اولی الامر کو منتقل ہو گئی یعنی اولی الامر کو خدا و رسول کا مقام دے کے شرک کو قبول کر لیا گیا نظم ونظام کی بنیاد کا قیام واستحکام خدا و رسول یعنی کتاب و سُنت کی اتباع پر تھا اب ہر امیر یا اولی الامر کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ کی کامل اطاعت لازمی قرار دیدی گئی اور اُمت کے شیرازہ کو منتشر و پراگندہ کر دینے کا سامان کر دیا گیا قرآن مجید نے فان تنازعتم کہہ کر قیام حق کے لیئے جو استحقاق منازعت عطا فرمایا تھا وہ بھی غصب کر لیا گیا اور نعوذ باللہ الفاظ قرآنی اور مفہوم قرآنی کو منسوخ و مہمل بنا دیا گیا۔

اگر مذکورہ آیت میں اولی الامر سے مراد وہ امرا ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یمن عمان وغیرہ میں مقرر فرما کر بھیجے تھے تب بھی مطلب یہ ہی ہوا کہ متنازعہ فیہ معاملے کو اللہ و رسول کیطرف رجوع کرو، اگر صرف رُدُّوہُ اِلَی الرَّسُوْلِ کے الفاظ ہوتے تو یہ کہنے کا موقع تھا کہ

یہ حکم صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ دُنیوی یعنی آپ کی وفات سے پہلے پہلے تک کے لیئے تھا اور صرف اُن امیروں کے متعلق تھا جو آپ نے عرب کے صُوبوں میں مقرر فرمائے تھے اور یہ بھی کہنے کی گنجائش تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد انکے خلفاء کو فیصلہ کا اختیار دیا گیا ہے اور فیصلہ کُنندہ کوئی انسان یا شخص ہی ہوسکتا ہے لیکن قرآن مجید میں رُدُّوْهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ کے الفاظ نے انسان یا شخص کے لیئے کوئی گنجائش ہی باقی نہیں رکھی اِسلیئے کہ اللہ کی طرف رجوع کرنے کے معنی سوائے اِسکے اور کچھ ہو ہی نہیں سکتے کہ کتاب الٰہی کو جو موجود و محفوظ ہے حَکَم بنا یا جائے لہٰذا الرسول کیطرف رجوع کرنے کے معنی بھی سوائے اسکے اور کچھ نہیں ہوسکتے کہ سُنّت رسول اللہ اور اُسوۂ نبوی کو جو موجود و محفوظ ہے حَکَم بنایا جائے اور اس طرح یہ حُکم وقتی نہیں بلکہ قیامت تک کے لیئے ہے۔

اگر رُدُّوْهُ کا یہ سراسر غلط ترجمہ تسلیم کرلیا جائے کہ اللہ و رسول پر چھوڑ دو، وہ آپ قیامت کے دن سزا دے لینگے تو یہ اشکال لازم آتا ہے کہ اللہ کے ساتھ الرسول کا لفظ بے معنی اور مہمل ہوا جاتا ہے اِسلیئے کہ قیامت کے دن مجرموں کو سزا دینے اور فیصلہ صادر فرمانے کا کام خدا کے سوا کسی دوسرے کا نہیں۔ یہ قرآن مجید کا اعجاز ہے کہ وہ اپنے الفاظ و مفہوم کی حفاظت کے لیئے کسی غیر خدا کا محتاج نہیں اور باطل جب اُس میں کوئی تغیر و تصرف کرنا چاہتا ہے تو ہمیشہ مُنہ کی کھاتا اور ذلت اُٹھاتا ہے وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ۝ (حم سجدہ ۔ ۵) (اور یقیناً یہ قرآن غالب آنے والی کتاب ہے باطل نہ اسپر اِسکے سامنے سے آسکتا ہے اور نہ اِسکے پیچھے سے، وہ حکیم وحمید خدا کی طرف سے نازل شدہ ہے)

بعض مفسرین کی اس تعبیر کے صحیح تسلیم کرلینے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے کہ آیت مذکور میں اولی الامر سے مراد سپہ سالار اور صوبوں کے عامل یا امیر ہیں جو خلیفۃ المسلمین کے ماتحت ہوتے ہیں، اِسلیئے کہ اُن سپہ سالاروں اور عاملوں کے غلط احکام اور نامناسب فیصلوں کا مرافعہ خلیفۃ المسلمین کی خدمت میں ہوگا اور خلیفۃ المسلمین کتاب و سُنّت کے ذریعہ فیصلہ کرے گا اور چونکہ مشورہ سے فیصلہ کریگا لہٰذا کتاب وسنت کے خلاف کسی اقدام کا کوئی اندیشہ ہی

نہیں۔ بنابریں آیت کا اصل مفہوم بدستور اپنی جگہ قایم رہا کہ کتاب و سنت ہی کو حکم بناؤ۔

مذکورۂ بالا غلط اور نامعقول ترجمہ کی لغویت اور نامعقولیت اس طرح بھی ثابت ہے کہ لغتِ عرب میں رَدّ کہتے ہیں رجوع کرنے۔ رجوع ہونے اور پھیرنے یا لوٹانے کو اور یہ لفظ مادی اور غیر مادی دونوں قسم کی چیزوں کے متعلق بولا جاتا ہے کسی چیز کا بذاتِ خود لوٹا دینا مثلاً:-
فَرَدَدْنَاهُ إِلَىٰ أُمِّهِ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا (القصص۔ رکوع ۱) اور کسی چیز کی ایک حالت کو دوسری حالت کیطرف لوٹا دینا۔ مثلاً

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تُطِيعُوا فَرِيقًا مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ يَرُدُّوكُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ كَافِرِينَ ۝ (آل عمران۔ رکوع ۱۰)	اے صاحب ایمان لوگو! اگر تم یہود و نصاریٰ کے کسی گروہ والوں کے پیچھے لگ جاؤ گے اور اُنکا کہنا ماننے لگو گے تو وہ تمہیں تمہارے ایمان کے بعد کافر بنا دینگے۔

گفتگو یا کلام کو دُہرانے اور دوبارہ بیان کرنے کے لیے بھی بولا جاتا ہے مثلاً رَادَّهُ فِي كَلَامِهِ (اُسنے اپنی بات کو دُہرایا) اگر رَدّ کے یہ غلط۔ جاہلانہ اور فریب دینے والے معنی تسلیم کیے جائیں کہ چھوڑ دینا۔ بے تعلق ہو جانا اور مطلق پروا نہ کرنا تو قرآن مجید کی تمام وہ آیات جن میں یہ لفظ یا اسکے مشتقات استعمال ہوئے ہیں، بے معنی اور مہمل ہو جائیں گی۔ مثلاً

وَلَا يَزَالُونَ يُقَاتِلُونَكُمْ حَتَّىٰ يَرُدُّوكُمْ عَن دِينِكُمْ إِنِ اسْتَطَاعُوا ط (البقرہ ۲۷)	اور وہ تم سے ہمیشہ جنگ کرتے رہینگے یہانتک کہ تمہیں تمہارے دین سے لوٹا دیں اگر انہیں طاقت ہو۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تُطِيعُوا الَّذِينَ كَفَرُوا يَرُدُّوكُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ (آل عمران ۱۶)	اے صاحب ایمان لوگو! اگر تم اُن کی اطاعت کروگے جو کافر ہیں تو وہ تم کو اُلٹے پاؤں لوٹا دینگے۔

وَلَوْ رُدُّوا لَعَادُوا لِمَا نُهُوا عَنْهُ وَإِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ۝ (الانعام۔ ۳)	اور اگر لوٹائے جائیں تو پھر وہی کریں جس سے روکے گئے تھے اور وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔

رُدُّوهَا عَلَيَّ (ص۔ رکوع ۳)	اُنھیں میرے پاس لوٹا لاؤ

قرآن مجید میں مذکورۂ بالا اولی الامر والی زیر بحث آیت کے علاوہ ایک اور بھی آیت ہے جس میں اولی الامر اور رَدّوہ کے الفاظ موجود ہیں :۔

وَاِذَا جَاءَ هُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِالْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ ط وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ط (النساء ۔ رکوع ۱۱)	اور جب ان لوگوں کے پاس امن یا خوف کی کوئی خبر پہنچ جاتی ہے تو یہ فوراً اسے لوگوں میں پھیلا دیتے ہیں اگر یہ اسے لوگوں میں پھیلانے کی جگہ اللہ کے رسول کے سامنے اور اُن لوگوں کے سامنے جو ان میں صاحب حکم و اختیار ہیں پیش کرتے تو جو لوگ بات کی تہ تک پہنچنے والے ہیں وہ اسکی حقیقت معلوم کر لیتے اور عوام میں تشویش نہ پھیلتی ۔

اِس آیت میں مسلمانوں کو تعلیم دی ہے کہ جب دشمن موجود ہو اور حالت جنگ قائم ہو تو ہر ایک بات جو سُننے میں آئے خواہ امن کی ہو یا خوف کی اُس کو بے سمجھی کے ساتھ لوگوں میں شہرت دینا شروع نہ کردیں بلکہ جو لوگ صاحب الرائے اور سمجھ دار اور صاحب اختیار اور ذمہ دار ہوں اُن تک پہونچا دینی چاہیئے تاکہ وہ اُس پر غور کر کے امارت اسلامیہ کی حفاظت کا سامان کر سکیں۔ یہ آیت ایسی حالت میں نازل ہوئی جب کہ کفار سے جنگ چھڑی ہوئی تھی۔ چونکہ خبر کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صاحب الرائے لوگوں تک پہنچانا تھا کسی منازعت کا فیصلہ کرانا نہیں تھا لہٰذا یہاں اِلَی اللّٰہ کا لفظ نہیں آیا نیز اس آیت سے معلوم ہو گیا کہ اولی الامر وہ لوگ ہو سکتے ہیں جن میں قوتِ استنباط ہو۔ استنباط کے لغوی معنی ہیں کنوئیں کو کھود کر پانی نکالنا ۔ اپنے فہم اور اجتہاد سے بات کی تہ تک پہونچنا اور غور و فکر سے مخفی معانی تک رسائی حاصل کر لینا ۔ یہ بھی ثابت ہو گیا کہ اولی الامر صرف صاحب حکومت اور فرمانرواؤں پر ہی نہیں بلکہ ذی علم اور فقیہہ لوگوں پر بھی بولا جاتا ہے اور ان کا اجتہاد و استنباط بھی اُسیوقت قابل قبول ہو سکتا ہے جب کہ وہ کتاب و سنّت کے مخالف و معارض نہ ہو۔ پھر اس آیت سے پہلی آیت میں ہر ایک شخص سے قرآن کے مطالب میں غور و فکر و تدبر کا مطالبہ ہے یہ نہیں کہ قرآن کسی خاص امیر یا امام یا اولی الامر ہی کے سمجھنے کی چیز ہے اور باقی لوگ صرف امیر یا اولی الامر کے احکام کی بلا چون و چرا تعمیل کرتے رہیں ۔ قرآن مجید نے نہ صرف مسلمان بلکہ ہر انسان کے لیئے اپنے آپ کو غور و تدبر کرنے اور سوچنے سمجھنے کی

چیز بتایا ہے اور نفس پرست لوگوں نے مسلمانوں کو بھی قرآن سے دور و مہجور رکھنا چاہا ہے۔
اب غور کرو کہ اگر اس آیت میں بھی رد کے وہی تحریفی معنی چھوڑ دینا۔ بے تعلق ہو جانا
اور مطلق پروا نہ کرنا لیئے جائیں تو اسکا مطلب یہ ہوگا کہ اگر کوئی اہم خبر پہونچے تو اس کو
رسولؐ یا ذمہ دار لوگوں تک پہونچانے اور انہیں باخبر کرنے کی مطلق ضرورت نہیں وہ آپ
نبٹ لینگے تم کو کیا فکر تم تو کان ڈالے ہوئے خاموش بیٹھے رہو۔ ذمہ دار لوگوں کی لاعلمی و بیخبری
سے اسلامی سلطنت کو نقصان پہونچے تو پہنچنے دو۔ ظاہر ہے کہ اس طرح آیت کا مفہوم بالکل
اُلٹا ہو گیا لیکن حیرت ہے کہ لوگ جیتی مکھیوں کو نہیں بلکہ ان جیتے ہاتھیوں کو نگلتے چلے جاتے
ہیں اور اسلام کی خدمت و اعانت کے مدّعی ہیں ؎

گر مسلمانی ہمین ست کہ حافظ دارد
وائے گر در پس امروز بود فردا ے

الٰہی اور غیر الٰہی سلطنت کا فرق

نسلِ انسانی میں خدا تعالےٰ نے فطری طور پر مِل جُل کر رہنے کا مادہ رکھا ہے اور اسی سے
حکومت۔ تمدن۔ معاشرت اور اخلاق کے نظامات کی ضرورت پیش آتی ہے چیونٹیوں
اور شہد کی مکھیوں، پرندوں اور جانوروں میں بھی اس قسم کے نظامات اور آپس میں ایک
دوسرے کے ساتھ رہنے سہنے کے قوانین نظر آتے ہیں مگر وہ سب خدا تعالےٰ کی عطا فرمودہ فطری
ہدایت کا نتیجہ ہیں جو پیدائش کے ساتھ ہی ملجاتی ہے (اعطی کل شیٔ خلقہ ثم ھدی رکوع ۲ طٰہٰ
والذی قدر فھدی (الاعلےٰ) اس فطری ہدایت کی خلاف ورزی کا کوئی امکان
ہی نہیں۔ انسان کی مذکورہ ضرورت کو پورا کرنے کے لیئے خدا تعالیٰ نے ہدایت وحی بذریعہ
انبیا و رسل بھیجدی (انا ھدینٰہ السبیل اما شاکرا و اما کفورا (الدھر) جعلنا منھم
ائمۃ یھدون بامرنا (السجدہ۔ رکوع ۳) اس ہدایت الٰہیہ کے اتباع یا انکار کا انسان کو اختیار
حاصل ہے اور انسان کے اسی اختیار سے اسکے لیئے نیکی یا گناہ اور اجر یا عقاب مرتب
ہوتا ہے، انبیاء علیہم السّلام نے ہمیشہ انسان کو نظام امارت کے اُن اصول و قواعد پر

عامل ہونے کی تعلیم وتاکید فرمائی جو خدا تعالیٰ کیطرف سے بتائے گئے تھے لیکن شیطان اور ترغیبات شیطانی کے قبول کرنیوالے شیاطین الانس نے ہمیشہ ان الہی قوانین و اصول کی خلاف ورزی پر انسان کو آمادہ و مبتلائے مصائب رکھنا چاہا۔ یہ حق و باطل کی کش مکش جس طرح انسان کے ہر شعبۂ حیات میں موجود نظر آتی ہے اسیطرح نظم و نظام امارت کے معاملے میں بھی پورے جوش و خروش کے ساتھ برپا ہے تعلیمات انبیاء کا منشا رہتا کہ انسانی آزادی محفوظ ہو یعنی انسان صرف خدا کا مطیع ہو اور اُسکے خیال و عقیدہ۔ اعمال و افعال۔ املاک و اموال اور اختیار و ارادہ پر خدا کے سوا کسی دوسرے انسان یا غیر خدا کا کوئی دباؤ نہ ہو۔ سب کے انسانی حقوق یکساں ہوں۔ سب آزاد ہوں۔ سب کے لیے روحانی و دماغی و جسمانی و مالی ترقیات کے مواقع حاصل ہوں اور سب کو اپنی اپنی سعی و کوشش کے نتائج ملتے رہیں اور دُنیا میں عدل قایم ہو کر ظلم و ستم کا استیصال ہو جائے۔ لیکن شیطانی ترغیبات اور نفسانی خواہشات نے انسان کو ہمیشہ اِس بات پر آمادہ کیا کہ وہ دوسرے انسانوں کے حقوق غصب کرے اور خود اُن سے متمتع ہو۔ دوسروں کے لیے دماغی و جسمانی ترقیات کے راستے بند کرے اور خود سب سے اونچا ہو جائے۔ دوسروں کی آزادی چھین کر اُن کو محکوم و مغلوب بنائے اور خود حکومت و آزادی کے مزے اڑائے، دوسروں کو احمق بنا کر خود کوس لمن الملکی بجائے۔ چنانچہ نمرود و فرعون اور اُن کی مخالفت کرنیوالوں میں ابراہیم علیہ السلام و موسیٰ علیہ السلام کی مثالیں اگر توریت و قرآن مجید میں مذکور ہیں تو ہندوستان کے برہمنوں کی قانون سازی، اچھوتوں کی بے چارگی، قدیم یونانی۔ اور قدیم رومی سرداروں کے محکوم اقوام پر مظالم۔ چنگیز و ہلاکو کی خونریزی وغیرہ تاریخوں کے صفحات میں مندرج اور موجودہ سفید فام اقوام کی ستم آرائیاں سیاہ فام لوگوں پر ہماری آنکھوں کے سامنے موجود ہیں اس ظلم و فساد کے علمبرداروں اور ڈکٹیٹر بننے کے خواہشمند و کا ہمیشہ سے یہ دستور رہا ہے کہ وہ سب سے پہلے انسان کی فطری آزادی و حریت کو ذبح کرنے کی تدبیریں سوچتے اور ان تدبیروں کو فریب۔ دھوکا۔ لالچ۔ خوشامد۔ اظہار ہمدردی وغیرہ کے ذریعہ جس طرح ممکن ہو۔ قوت سے فعل میں لا کر اپنی پٹڑی جما لیتے اور قوت پا کر پھر انسانوں سے

چوپایوں کی طرح کام لینا شروع کر دیتے ہیں اور اپنی اس حاکمانہ و عاملانہ حالت کو مستقل اور دیرپا بنانے اور خطرات پیش آئندہ سے مامون و مصئون رہنے کے لیئے ایسے ایسے قانون و مراسم تجویز کرتے اور اپنے محکوم و معمول لوگونکو بتدریج اور رفتہ رفتہ بجا آوری احکام پر اس طرح رضامند کر لیتے ہیں کہ ان محکوموں اور اطاعت گزاروں کی حماقت راسخ ہو کر اُن کی کئی کئی پشتوں تک کو مسموم و ناکارہ بنا دیتی ہے۔

انھیں شیطانی کوششوں اور انھیں طاغوتی تدبیروں نے انسانوں کے فکر و عمل کو یہانتک ماؤف کیا کہ اُنھوں نے داعیانِ برحق کی دعوتِ حق کو سُنکر برملا کہا کہ:- ما نراك الا بشرًا مثلنا بعض نے کہا مالھذا الرسول یاکل الطعام ویمشی فی الاسواق کسی نے کہا اجئتنا بالحق ام انت من الاعبین۔ اطاعت مطلق جب اکیلے خدا کی نہ رہے گی اور دوسرے دنکو انسان مطاع مطلق (ڈکٹیٹر) تسلیم کرے گا تو یقیناً اُسکے فہم و تدبّر اور عقل و فکر کی قوت مفلوج ہو کر اُسکے قوائے ذہنی اس قدر پست و ذلیل ہو جائینگے کہ وہ ہر معلم و مصلح کے لیئے مافوق البشریت صفات کا مالک اور خدائی صفات سے موصوف ہونا لازمی سمجھے گا اور نبی یا رسول کا بشر ہونا اُس کی سمجھ میں نہ آئے گا۔ قرآن مجید نے اسی کو شرک قرار دیا ہے اور اسی شرک کی جڑ کاٹنے کے لیئے رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم سے اعلان کرایا ہے کہ انما انا بشر مثلکم یوحی الی۔ شیطانی نظام حکومت کا اصل اصول ہمیشہ یہ رہا ہے کہ پادشاہ کو تمام خدائی اختیارات سپرد کر دیئے جائیں، پادشاہ کو معبود اور عوام کو اُسکے عبادت قرار دیدیا جائے۔ عوام اُسکے ایسے غلام ہوں جنکا کام صرف اسکے احکام کی تعمیل کرنا ہو۔ اور اُسکے افعال و اعمال پر کوئی اعتراض کوئی نکتہ چینی نہ ہو سکتی ہو اور عوام آلاتِ جمادی یا ذی روح چوپایوں سے زیادہ کوئی حق نہ رکھتے ہوں۔ شیطانی نظام حکومت انسانوں کی فلاح و بہبود کو صرف ایک شخص کے اختیار میں مقید کر کے باقی تمام انسانوں کو اپنی فلاح و بہبود کے لیئے کچھ سوچنے یا کچھ کرنے سے معطل کر دیتا اور اس ایک شخص پر ایسا بھروسہ کرنے کے لیئے مجبور کرتا ہے جیسا بھروسہ خدا کے سوا کسی پر نہیں کیا جا سکتا اور تمام انسانوں کو ایک شخص کا مطیع کامل یعنی مشرک بنا کر توحید باری تعالےٰ کے عقیدے کا تسمہ بھی لگا رہنے نہیں دیتا۔

آلہی نظامِ امارت یعنی ہدایت وحی یا کتاب اللہ کے تعلیم فرمودہ نظامِ سلطنت کی بنیاد مشورے پر ہوتی ہے اور حاکم و محکوم سب قانونِ آلہی کے مطیع و فرمانبردار ہوتے ہیں :-
وَالَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ○ (ترجمہ اوپر گزر چکا ہے) ماقبل و مابعد کی آیتوں کے ساتھ ملا کر اس آیت کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مجلس شوریٰ کے ارکان کے لیے بھی شرط لگا دی کہ وہ کتاب آلہی کے ماننے والے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے بچنے والے خدا پر بھروسہ اور قیامت پر ایمان رکھنے والے، عفو و درگزر سے کام لینے والے، خدا ہی کے کامل فرمانبردار و عبادت گزار اور رضائے الہی کے لیے اپنے اموال خرچ کرنیوالے ہوں اور ظالموں یا سرکشوں کے مقابلے کی ضرورت پیش آئے تو سب ملکر مقابلہ کرنے پر آمادہ ہوجانے والے ہوں ۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالے عنہ فرمایا کرتے تھے کہ لا خلافۃ الا عن مشورۃ (مشورہ کے بغیر خلافت و امارت جائز ہی نہیں ہے) یعنی شخصی حکومت قطعاً ناجائز ہے ۔ آلہی سلطنت میں ہمیشہ عدل و انصاف کو مدنظر رکھا جاتا ہے اور اطاعت الٰہی کو ہرگز فراموش نہیں کیا جاتا کونوا قوامین بالقسط (انصاف کے ساتھ سلطانی و حکومت کرو - نساء ۲۰)

وَاِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا فَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ○ (الحجرات - ۱)	اگر مسلمانوں میں دو گروہ باہم لڑ پڑیں تو انکے درمیان صلح کرا دو پھر اگر انمیں سے ایک گروہ دوسرے پر زیادتی کرے تو تم اس گروہ سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے حتی کہ وہ اللہ کے حکم کیطرف رجوع ہو جائے جب رجوع ہوجائے تو دونوں میں انصاف کے ساتھ صلح کرا دو انصاف کا خیال رکھو یقیناً خدا تعالےٰ انصاف کرنیوالوں کو دوست رکھتا ہے ۔

آلہی نظامِ سلطنت میں جس شخص کو سربراہ کار - امیر یا خلیفہ یعنی قانونِ آلہی کا نافذ کنندہ منتخب کیا جاتا ہے اس میں تقویٰ اور علم اور جسمانی قوت کا ہونا ضروری ہے ، انتخاب میں وراثت اور خاندانی خصوصیت کو کوئی دخل نہیں - مالدار اور دولتمند ہونے کا بھی کوئی لحاظ نہیں کیا جاتا ۔

قَالَ إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ (بقر-۳۲)

فرمایا بلاشبہ اللہ نے اسے تم پر برگزیدہ کیا ہے اور علم اور جسم میں اس کو بڑا بنایا ہے۔

جو شخص نیکی میں بڑھ کر علم میں زیادہ اور طاقتور ہوگا وہ قانونِ الٰہی کی خوبی اور عمدگی کے ساتھ فرمانبرداری کر سکے گا اور دوسرے لوگوں کو بھی قانونِ الٰہی کا فرمانبردار بنا سکے گا اور سلطنت اس طرح شخصی نہیں بلکہ قومی ہوگی اور قومی ہی نہیں بلکہ فطری اور انسانی ہوگی اور اسی کو الٰہی سلطنت کہتے ہیں۔ اسلئے کہ اطاعت بہر حال کسی انسان کی نہیں بلکہ خدا ہی کے لئے خاص رہے گی۔ الٰہی سلطنت میں کامل امن و امان قائم ہوتا ہے کسی پر کوئی ظلم نہیں ہونے پاتا اور فساد کے دروازے بکلی بند کر دیئے جاتے ہیں لا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحها (الاعراف-۷) ان اللہ لا یصلح عمل المفسدین (یونس-۸) الٰہی سلطنت میں بے حیائی کی تمام باتیں فنا ہو جاتی ہیں ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشة فی الذین امنوا لهم عذاب الیم فی الدنیا والاخرة (النور-۲)

الٰہی سلطنت میں امیر و غریب اور شریف و وضیع سب انسان ہونے کی حیثیت سے یکساں طور پر محفوظ ہوتے ہیں اور سب کی جانوں کی یکساں طور پر حفاظت ہوتی ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ دولتمند یا عالی خاندان کسی مفلس یا پست خاندان والے کو ناحق قتل کر دے تو اس سے قصاص نہ لیا جائے اور سزا دہی میں اُسکے ساتھ رعایت کیجائے۔ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (البقرہ-۲۲) الٰہی سلطنت میں کسی کو کسی انسان کے ناحق قتل کرنے کی جرات نہیں رہتی اور قتل و خونریزی کا نام و نشان مٹ جاتا ہے مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا (المائدہ-۵) وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ (الانعام-۱۹) الٰہی سلطنت میں ہر شخص خدا کی راہ میں جہاد کے لیے تیار رہتا اور دشمنوں کے حملوں کی مدافعت کو اپنا مذہبی فرض سمجھتا ہے اور قوم آرام طلب اور عیش پسند ہونے کی جگہ مستعد اور صعوبت کش ہو جاتی اور عزت کی مالک بنجاتی ہے۔ الٰہی سلطنت میں غیر مسلموں اور دوسری قوموں کے ساتھ بھی انسانیت و شرافت کا مساوی سلوک کیا جاتا ہے کسی غیر قوم پر جب تک کہ دوسری قوم کیطرف سے زیادتی نہ ہو ظلم و

زیادتی کی ہرگز اجازت نہیں ہوتی بلکہ عدل کو سب کے لیے یکساں رکھا جاتا ہے :-

لَا یَنْھٰکُمُ اللّٰہُ عَنِ الَّذِیْنَ لَمْ یُقَاتِلُوْکُمْ فِی الدِّیْنِ وَلَمْ یُخْرِجُوْکُمْ مِّنْ دِیَارِکُمْ اَنْ تَبَرُّوْھُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَیْھِمْ ط اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ ○ (الممتحنہ۔ رکوع ۲)

(اللہ تمہیں ایسے نہیں روکتا جنھوں نے تمہارے ساتھ دین کے معاملے میں لڑائی نہیں کی اور تمہیں اپنے گھروں سے نہیں نکالا کہ تم ایسے بڑے بڑے احسان کرو اور ایسے انصاف کرو۔ اللہ انصاف کرنیوالوں سے محبت رکھتا ہے)۔

الٰہی سلطنت میں مدافعت اور مقابلہ کی جنگی طاقت کا منبع دلوں کا ایمان اور خدا کے لیے ابتغاء کی رضامندی حاصل کرنیکا جوش و شوق ہوتا ہے اور ہر مستطیع شخص یکساں طور پر جنگی خدمات بجالانے پر مستعد و آمادہ رہتا ہے۔ وَاَعِدُّوْا لَھُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ (انفال۔ ۸) اِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتّٰٓی اِذَآ اَثْخَنْتُمُوْھُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً حَتّٰی تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَھَا (محمد۔ ۱)

جمع مخاطب کے صیغے صاف بتا رہے ہیں کہ ہر مسلمان مخاطب اور رضاکارانہ خدمات جنگی انجام دینے اور معاملات کے سمجھنے کے لیے مکلف اور امیر سب کے مشورے سے کام کرنیکے لیے مجبور ہے یہ نہیں کہ صرف ایک امیر جس طرح اس کا جی چاہے کرے اور عام مسلمان بالکل بے خبر اور غیر ذمہ دار رہیں۔

غیر الٰہی یا شیطانی سلطنت میں فرعون سیرت پادشاہ لوگوں سے ناجائز طور پر وصول کیے ہوئے روپے اور شاہی خزانے کے ذریعے لوگوں کو نوکر رکھ کر اپنی فوج تیار کرتا اور اپنی خواہش کے موافق ان تنخواہ دار سپاہیوں کو جہاں چاہتا ہے استعمال کرتا ہے۔ وہ نہ کسی سے مشورہ لینے کے لیے مجبور ہوتا ہے اور نہ مشورہ پر عمل کرنا ضروری سمجھتا ہے۔ الٰہی سلطنت میں جنگی طاقت کسی کو ناجائز طور پر ستانے لوٹنے اور مارنے کے لیے استعمال نہیں ہو سکتی لیکن شیطانی سلطنت میں سب کچھ ہو سکتا ہے اور خود مختار پادشاہ جہاں چاہتا ہے طاقت کو استعمال کرتا ہے۔ وَاِذَا تَوَلّٰی سَعٰی فِی الْاَرْضِ لِیُفْسِدَ فِیْھَا وَیُھْلِکَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ الْفَسَادَ (البقرہ ع ۲۵) (شیطانی سلطنت کا فرمانروا بلا وجہ اور ناحق لوگوں کو نقصان پہنچا

سکتا اور اُن کی جانوں مالوں اور عزتوں کو خطرہ میں ڈال سکتا ہے۔ ایک بت پرست اور ستارہ پرست عورت نے جو خود بھی فرمانروا تھی ان الفاظ میں خود مختار ڈکٹیٹروں کا نقشہ کھینچا ہے جس کو قرآن مجید نے بیان فرمایا ہے کہ:۔

ان الملوك اذا دخلوا قرية افسدوها وجعلوا اعزة اهلها اذلة ۔ (النمل۔ ۳)	جب بادشاہوں کا کسی آبادی پر دخل ہوجاتا ہے تو اس کو تباہ و برباد اور اُسکے معزز باشندوں کو ذلیل کردیتے ہیں۔

شیطانی سلطنت کے مطاع مُطلق اور مختار ناطق فرمانروا کو اگر کوئی نصیحت کیجاتی ہے اور اطاعتِ الٰہی کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے۔ تو وہ اپنے پندار وغرور اور تکبر کی وجہ سے اور بھی زیادہ اکڑتا اور پیچ وتاب کھاکر آپے سے باہر ہوجاتا ہے۔ وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ط وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ ٥ (البقرہ۔ رکوع ۲۵)

حالانکہ الٰہی سلطنت کے امیر یا خلیفہ کے پیش نظر ہمیشہ یہ حکم الٰہی رہتا ہے فلا وربك لا يؤمنون حتّٰى يحكموك فيما شجر بينهم ثم لا يجدوا في انفسهم حرجا مما قضيت ويسلموا تسليما (النساء رکوع ۹)

شیطانی سلطنت کا مُطلق العنان پادشاہ ہمیشہ اسبات کا خواہشمند رہتا ہے کہ لوگوں پر اُس کو ایسا اختیار و اقتدار حاصل ہوجائے کہ اُسکے اشارہ پر اپنی جانیں قربان کرنے لگیں۔ جیسا کہ حسن بن صباح نے (جسکا ذکر اوپر آچکا ہے) ایسے حمقا فراہم کرلیے تھے کہ وہ اُسکے اشارہ پر اپنی جانیں ہلاک کردیتے تھے لیکن الٰہی سلطنت کے امیر کو کبھی بھولکر بھی اسکا خیال نہیں آسکتا اسلیے کہ وہ جانتا ہے کہ یہ اختیار خدا کے سوا کسی انسان کو ہرگز ہرگز حاصل نہیں ہوسکتا۔

الٰہی سلطنت میں قوم کے ہر شخص کو دخل و اختیار حاصل ہوتا ہے اور ہر شخص معاملات امارت میں حصّہ لے سکتا ہے، کیونکہ امارت و سلطنت قوم کی ہوتی ہے اور قوم کو محفوظ و طاقتور بنانے کے لیے ہوتی ہے کسی ایک شخص یا ایک خاندان کی ہوس رانیوں کا آلہ کار نہیں ہوتی یا قوم اذكروا نعمة الله عليكم اذ جعل فيكم انبياء وجعلكم ملوكا (المائدہ۔ ۴)

نبی یعنی قانون الٰہی کا لانیوالا ہر شخص نہیں ہوسکتا اسلیے جعل فيكم انبياء فرمایا اور چونکہ سلطنت

میں ہر شخص حصہ دار اور شریک ہوتا ہے لہٰذا جعلکم ملوکا فرمایا۔
شیطانی سلطنت کا فرمانروا اپنے آپ کو فرعون اور خدائی صفات کا موصوف بنانے کی کوشش کرتا اور دوسروں کو ذلیل وکم حیثیت سمجھ کر اپنے دروازے پر پہرے بٹھاتا اور بلا اذن دپروانگی کوئی اسکے پاس نہیں پہنچ سکتا لیکن الٰہی سلطنت کا فرمانروا ہمیشہ اپنے آپ کو انسان اور دوسروں کا خادم تصور کرتا۔ ہر شخص ہمہ اوقات اسکے پاس پہونچ سکتا اور اس سے قیام عدل کا مطالبہ کر سکتا ہے۔ وَ دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ إِذْ يَحْكُمَانِ فِي الْحَرْثِ إِذْ نَفَشَتْ فِيهِ غَنَمُ الْقَوْمِ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شَاهِدِينَ (الانبیاء - ۶)
غرض جہاں تک کھوج لگاؤ گے اور قرآن مجید میں جس قدر تدبر کرو گے یہی ثابت ہو گا کہ الٰہی سلطنت اور خدا تعالیٰ کے منشا کے موافق قایم شدہ نظام امارت میں کسی انسان کو قطعاً مختار مطلق یا ڈکٹیٹر تسلیم نہیں کیا جا سکتا اور قرآن مجید اس کو شرک اور ظلم عظیم قرار دیتا ہے اور سچا پکا مسلمان ایک منٹ کے لیے بھی اس کو تسلیم نہیں کر سکتا۔ الٰہی سلطنت ایک پختہ قانون یعنی کتاب وسنت کے ماتحت قایم ہوتی ہے اور انسانوں کو صرف خدا کا فرمانبردار بنا کر ہر قسم کی غلامی سے آزاد کر کے سب کو پادشاہ بنا دیتی ہے لیکن غیر الٰہی سلطنت ہمیشہ کسی انسان کو خدا کا قایم مقام اور مختار مطلق بنانا اور باقی تمام انسانوں کی آزادی کو فنا کر دینا چاہتی ہے۔ ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ عالم انسانیت کو کتاب و سنت کی حقیقی تعلیم سے واقف وآگاہ بنا دیا جائے تاکہ الٰہی سلطنت کے قیام میں کوئی دشواری اور رکاوٹ باقی نہ رہے۔

ایک اعتراض اور اسکا جواب

حماقت یا شرارت کی راہ سے یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ جب اطاعت خدا کے سوا کسی کی نہ ہوئی تو نظم اور نظام کیسے قایم ہو سکتا ہے اور امارت یا سلطنت ہی کا نہیں بلکہ گھر کی معاشرت کا انتظام بھی درہم برہم ہو سکتا ہے یہ اعتراض وہی شخص کر سکتا ہے جو قرآن مجید سے قطعاً ناواقف اور اسلام کی حقیقت سے بالکل ناآشنا اور بات کے سمجھنے کی مطلق

اہلیت نہ رکھتا ہو۔ تاہم اِسکا جواب ضرور ہونا چاہیئے۔ سنیئے۔ اِسلام نے کتاب و سُنّت کو ہر شخص کے لیئے واجب الاتباع قانون قرار دیا ہے یعنی سب کو خُدا و رسول کا مطیع اور صرف ایک قانون کا فرمانبردار بنانا چاہا ہے اس ایک قانون کو متبوع و مطاع بنا کر سب کی اتباع و اطاعت سے آزاد کر دیا ہے۔ اِسلام کے اس کامل و مکمل قانون میں تمام ضروری اطاعتوں کے حدود۔ اقسام اور پیمانے موجود ہیں کہ کس کس کو کس کس کی کہاں کہاں کتنی کتنی اطاعت کرنی چاہیئے۔ اِسلام کے قانون (کتاب و سُنّت) کی کامل اطاعت میں معاشری اخلاقی و تمدنی ہر قسم کے نظامات اِس خوبی و خوش اسلوبی سے قایم ہو جاتے ہیں کہ کسی دوسری طرح ممکن ہی نہیں تمام ضروری حدود و قیود متعین و مدّون ہیں اور کسی قسم کی کوئی خرابی و بدنظمی پیدا ہی نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا اب کوئی انسان ایسا قانون نہیں بنا سکتا جس کی اتباع و اطاعت فرض قرار دی جا سکے اور کوئی انسان کتاب و سنت کے خلاف ایسا حکم جاری نہیں کر سکتا جس کی تعمیل مسلمان پر فرض ہو بلکہ مسلمان کا فرض یہ ہو کہ اُس مخالفِ کتاب و سُنّت قانون کو رد کر دے اور اُس کی مخالفت کرے اور اپنی آزادی کو ہرگز مجروح نہ ہونے دے مسلمانوں کی قوم کتاب و سُنّت ہی کی اطاعت میں اپنا امیر یا امام یا خلیفہ یا سلطان ایسے شخص کو منتخب کرتی ہے جو کتاب و سُنّت کے قانون کو نافذ کرنے اور لوگوں کو کتاب و سُنّت کا عامل بنانے کی اہلیت و قابلیت رکھتا ہو مسلمان کتاب و سُنّت ہی کے احکام کی تعمیل میں اپنے امیر۔ اپنے رئیس العسکر۔ اپنے قاضی اور اپنے پادشاہ کے احکام کی پوری پوری تعمیل و اطاعت کرتے ہیں اور جب اُن کو ذرا بھی شبہ گذر جائے کہ ہمارا امیر کتاب و سنت کے خلاف چل رہا یا مخالفِ کتاب و سنت حکم دے رہا ہے تو کتاب و سنت ہی کی تعمیل میں اُس امیر سے جواب طلب کرتے اور اُسکے حکم کو ماننے سے انکار کر دیتے ہیں جب تک کہ وہ اپنے عمل اور اپنے حکم کو کتاب و سُنّت کے موافق ثابت نہ کر دے۔ اگر وہ کتاب و سنت کی مخالفت اور اپنے حکم پر اڑا رہے تو پھر اُسکو ایک مجرم کی حیثیت سے معزول اور سبکدوش کر دیتے ہیں مسلمانوں کا امیر بھی بالکل اسیطرح کتاب و سنت کی اطاعت پر مجبور ہے جس طرح ہر شخص میرا اسر شیطانی اور نفسانی تخیل ہے کہ عام مسلمانوں کے لیئے تو کتاب و سنت حجت ہو اور امیر المسلمین کے لیئے حجت نہ ہو۔ چنانچہ ایسے

ہی موقع کے لیئے خدا تعالیٰ کا حکم ہے کہ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ یعنی اگر کسی بات میں تمہارا اور تمہارے امیر کا تنازع ہو تو اُس معاملے کو خدا اور رسول یعنی کتاب و سُنّت پر پیش کر کے فیصلہ کر لو اور جو کتاب و سُنّت کا حکم ہو اُس پر عمل کرو۔

صدیقی و فاروقی خلافت

اور یہی وجہ تھی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے بیعتِ خلافت کے بعد ہی اپنی سب سے پہلی تقریر میں اعلان فرمایا کہ:

"ایُّھَا النَّاس قد ولیت علیکُم و لستُ بخیرکم فَاِنْ اَحْسَنْتُ فَاَعِیْنُوْنِیْ وَاِنْ اَسَأْتُ فَقَوِّمُوْنِیْ الصدق امانة و الکذب خیانة والضعیف فیکم قوی عندی حتّٰی اخذ له حقه والقوی ضعیف عندی حتّٰی اخذ منه الحق ان شاء الله تعالیٰ۔ لا یدع منکم الجهاد فانه لا یدعه قوم الا ضربهم الله بالذل اطیعونی ما اطعت الله و رسوله فاذا عصیت الله و رسوله فلا طاعة لی علیکم۔"

"لوگو! میں نے تمہارا سرپرست و امیر ہونا تسلیم کر لیا ہے حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔ اگر میں اچھا اور نیک کام کروں تو میری مدد کرو اور اگر کہیں ڈگمگا جاؤں تو مجھے ٹھیک کر دو راستی امانت ہے اور جھوٹ خیانت ہے تم میں جو ضعیف ہے وہ میرے نزدیک قوی ہے جب تک میں اُسکا حق اُسے نہ دلوا دوں اور قوی تمہیں میرے نزدیک کمزور ہے جب تک میں اُس سے کمزور کا حق نہ وصول کر لوں انشاء اللہ تعالےٰ تم لوگ جہاد کو ترک نہ کرو کیونکہ جو قوم اسکو ترک کر دیتی ہے خدا اس کو ذلیل کر دیتا ہے میری اطاعت اسوقت تک کرو جبتک میں اللہ اور اُسکے رسول کی اطاعت کروں اگر میں اللہ اور اسکے رسول کی نافرمانی کروں تو پھر تم میری اطاعت نہ کرو۔"

اپنی اسی تقریر میں آپ نے یہ بھی فرمایا کہ "جب قرآن نازل ہو چکا ہے اور رسول اللہ صلعم نے اپنا طریق و سنت دکھا کر راستہ بتا دیا اور ہم کو سکھا دیا ہے تو پھر دشواری ہی کیا باقی رہی" یہ بھی فرمایا کہ "میں کتاب و سُنّت کی اتباع کرنیوالا ہوں اپنی طرف سے نئی باتیں نکالنے والا نہیں"

حضرت امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے مالک بن عروہ کی روایت سے حضرت ابوبکر صدیق رضہ کی اس تقریر کو اپنی تاریخ الخلفاء میں نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ:-

"حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کوئی شخص ان عشرہ الفاظ کے سوا جو حضرت ابوبکر صدیق"

ے اپنی تقریر میں بیان کی ہیں مسلمانوں کا امام یا امیر نہیں ہو سکتا،"

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی عادت تھی کہ جب کوئی معاملہ پیش آتا تو قرآن مجید کی طرف رجوع کرتے قرآن مجید میں وہ صورت موجود نہ ہوتی تو حدیث سے فیصلہ کرتے اگر حدیث بھی نہ ہوتی تو اکابر صحابہ رضؓ کو جمع کرتے اور انکے اتفاق رائے سے جو امر قرار پاتا اُسکے مطابق فیصلہ کرتے یہ نہیں کہ مختار مطلق کی حیثیت سے جو جی میں آتا حکم صادر فرما دیتے، حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی مندرجۂ بالا تقریر کے ایک ایک لفظ پر غور کرو اور دیکھو کہ کس طرح حریت و مساوات انسانی کی شعاعیں نکل رہی ہیں اور نسل انسانی کے لیئے یہ آلٰہی حکومت کس قدر تسکین بخش اور راحت رساں ہوسکتی ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت کے واقعات میں فتح دمشق کے ایک واقعہ سے اسلامی نظام حکومت پر خوب روشنی پڑتی ہے اور نہایت صفائی کے ساتھ اطاعت امیر کے حدود معلوم ہو جاتے ہیں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضؓ اور دوسرے جلیل القدر صحابیوں میں شہر دمشق کے بازار چوک میں جو گفتگو ہوئی وہ بہت کچھ اطاعت امیر کا فیصلہ کر دینے والی ہے۔

حضرت خالد بن ولید کا سپہ سالاری سے معزول ہونا حضرت فاروق اعظم رضؓ اور حضرت خالد بن ولید کے تعلقات کا کشیدہ ہونا حضرت خالد بن ولید کو سپہ سالاری سے معزول اور حضرت ابوعبیدہ رضؓ کو انکی جگہ سپہ سالار اعظم بنانے والا حکم یرموک میں پہنچا یا دمشق میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو کس وجہ سے معزول کیا گیا حضرت خالد بن ولید رضؓ سے غلطیاں سرزد ہوئیں یا نہیں۔ یہ ایسی باتیں ہیں جو مورخین میں مختلف فیہ رہی ہیں۔ لیکن فتح دمشق کے متعلق جس واقعہ کا ذکر کیا جاتا ہے اُسکے اُس اثر اور نتیجہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے جس کو اس جگہ بیان کرنا مقصود ہے۔

مسلمانوں نے دمشق کا محاصرہ ستّر دن تک برابر جاری رکھا۔ دمشق کے مختلف دروازوں پر مختلف سردار اپنا اپنا لشکر لیئے ہوئے پڑے تھے۔ حضرت خالد بن ولید رضؓ باب شرقی پر حضرت ابوعبیدہ رضؓ باب جابیہ پر۔ یزید بن ابی سفیان رضؓ باب صغیر پر شرجیل بن حسنہؓ باب توما پر۔ عمرو

بن العاص رض باب الفرادیس پر عبس بن ھبیرہ باب الفرج پر خیمہ زن تھے اور ضرار بن الازور دو ہزار فوج کے ساتھ گشت و گرداوری میں مصروف رہتے تھے۔ آخر محاصرہ کی سختی سے اہل شہر تنگ آگئے۔ اس تمام اسلامی لشکر کی تعداد پچاس ہزار تک بیان کی جاتی ہے جس میں ایک ہزار اصحاب نبوی اور ایک سو بدری حضرات شامل تھے شہر والوں کو حضرت خالد بن ولید رض کی شدت اور امین الامت حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی نرم مزاجی کا حال معلوم ہو چکا تھا۔

اہل شہر نے آپس میں مشورہ کر کے حضرت ابو عبیدہ رض سے صلح کا سلام پیام کرنا چاہا چنانچہ ایک دن آدھی رات کے وقت باب جابیہ سے اہل دمشق کے چند رئیس نکلے اور آواز دی کہ ہم تمہارے سردار کے پاس صلح کی غرض سے جانا چاہتے ہیں۔ اسوقت حضرت ابو ہریرہ رض پہرہ دے رہے تھے وہ آگے بڑھے اور انکو ہمراہ لیکر حضرت ابو عبیدہ رض کے پاس لیگئے۔ وہاں شہر والوں کے جان و مال کی حفاظت کی شرط پر شہر سپرد کر دینے کا معاہدہ لکھا گیا اور صبح طلوع آفتاب کے وقت شہر کا دروازہ کھول دیا گیا اور حضرت ابو عبیدہ رض مع ہمراہیوں کے شہر میں امن و امان کے ساتھ داخل ہوئے اسی طرح اور بھی کئی دروازوں سے سرداران لشکر اسلام شہر میں داخل ہونے لگے۔ ادھر اسی شب میں یونس بن مرقس نامی ایک دمشقی نے جسکا مکان باب شرقی کے متصل تھا حضرت خالد بن ولید رض کو شہر میں داخل ہونیکا موقع بہم پہنچا دیا اور وہ باب شرقی سے بزور شمشیر شہر میں داخل ہوئے۔ اور وسط شہر میں حضرت ابو عبیدہ رض اور حضرت خالد بن ولید رض متخالف سمتوں سے آتے ہوئے ایک دوسرے سے ملاقی ہوئے اور یہیں بعض دوسرے سردار بھی آملے حضرت ابو عبیدہ رض نے حضرت خالد رض کے ہمراہیوں کو شمشیر بکف دیکھ کر کہا کہ شہر عہد نامہ کی رو سے امن میں ہے حضرت خالد رض نے کہا کہ نہیں ہم نے بزور شمشیر فتح کیا ہے حضرت ابو عبیدہ رض نے کہا کہ ہم شہر والوں کی جان و مال کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں۔ حضرت خالد رض کو طیش آیا اور انھوں نے اپنے ہمراہیوں کی طرف دیکھ کر کہا کہ لینا ان مشرکوں کے حامیوں کو حضرت ابو عبیدہ رض نے اپنے ہمراہیوں کو کہا کہ اے اصحاب رسول اللہ لینا ان ذمیوں پر ہاتھ اٹھانے والوں کو۔ قریب تھا کہ مسلمانوں کی دونوں فوجوں میں تصادم ہو جاتا لیکن فوراً حضرت معاذ بن جبل رض حضرت عبداللہ بن عمر رض اور دوسرے

اصحاب نبوی صلعم ہرک کے عرض میں صف باندھکر کھڑے ہوگئے اور ایک گروہ کو دوسرے گروہ پر حملہ کا موقع نہیں دیا۔ خالد بن ولیدؓ یہ دیکھکر کہ تمام اصحاب نبوی حضرت ابو عبیدہؓ کو برحق سمجھتے ہیں اور میری سپہ سالاری اور امارت کو مطلق خاطر میں نہیں لاتے حیران و ششدر ہوکر رہ گئے اور انھوں نے کہا کہ اے ابو عبیدہؓ میں امیر ہوں اور آپ میرے ماتحت ہیں حضرت ابو عبیدہؓ نے کہا کہ ہاں آپ امیر ہیں لیکن ایک مسلمان کا عہد تمام مسلمانوں کا عہد ہے۔ اور ایک مسلمان نے اسلام کی بہتری کو مدنظر رکھکر جو معاہدہ کیا ہے اُس کی پابندی تمام مسلمانوں پر لازمی ہے۔

حضرت خالد بن ولیدؓ نے کہا کہ میں اسوقت اولی الامر ہوں اور میری اطاعت کرنا تمہارا فرض ہے۔ اسکے جواب میں حضرت شرحبیل بن حسنہؓ نے جواب دیا کہ اولی الامر کی اطاعت صرف اُسوقت تک واجب ہے کہ خدا و رسول کے حکم کے خلاف نہ ہو اور یہ آیت پڑھی "فان تنازعتم فی شیٔ الخ" یہی بات حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے بھی کہی۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے کہا اگر میں عہدنامہ پر دستخط نہ کروں؟ حضرت ابو عبیدہؓ نے کہا عہدنامہ پھر بھی نافذ رہے گا کیونکہ میں شہر والوں کو امن دے چکا ہوں۔ چنانچہ شہر والوں کو امن ہی دیا گیا اور یہ معاملہ حضرت معاذ بن جبلؓ کی رائے کے موافق لکھکر خلیفۃ المسلمین کی خدمت میں روانہ کیا گیا اور لشکر اسلام نے حضرت خالدؓ کی اس معاملہ میں کوئی مدد نہیں کی یہ روئداد جب مدینہ میں پہونچی تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوگیا تھا اور حضرت عمر فاروق رضؓ خلیفہ ہوچکے تھے اُنکے سامنے پیش ہوئی اور انھوں نے حضرت خالد بن ولید رضؓ کو سپہ سالاری سے معزول کرکے اُنکی جگہ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کو سپہ سالار اعظم بنا دیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے بھی خلیفہ ہوکر سب سے پہلے ایسا ہی اعلان کیا جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے کیا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا قول تھا کہ رَحِمَ اللّٰہُ امْرَءًا اَھْدیٰ اِلَیَّ عُیُوْبِی "خدا تعالیٰ اُس شخص پر رحم کرے جو میرے عیب میرے پاس تحفہ میں بھیجتا یعنی میرے عیب مجھ پر ظاہر کرتا ہے)

ایک مرتبہ حضرت فاروق اعظمؓ نے عورتوں کے مہر کی مقدار زیادہ مقرر کرنے پر ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا کہ مہروں کی مقدار محدود کرنے کا حکم دیا ایک صحابیہؓ نے سنکر فوراً ٹوکا اور اظہار کیا

کیا اور کہا کہ عمر رض تو کون ہوتا ہے کہ خدا کی دی ہوئی رخصت اور اجازت کو غصب کرسکے اور یہ آیت پڑھی وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْئًا (النساء - رکوع ۳) فاروق اعظم رض نے سنکر فوراً اپنے حکم کو واپس لیا اور اظہار مسرت کے طور پر فرمایا کہ مدینہ کی عورتیں بھی عمر رض سے زیادہ فقیہہ ہیں۔

ایکمرتبہ فاروق اعظم رض نے عامل عراق حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا کہ میں اسبات کو ناپسند کرتا ہوں کہ مسلمان عیسائی عورتوں سے شادیاں کریں، لہٰذا مسلمانوں کو روکدو کہ وہ ایسا نہ کریں، انھوں نے جواب میں لکھا کہ یہ آپکی ذاتی رائے ہے یا حکم شرع ہے؟ حضرت عمر رض نے لکھا کہ یہ میری ذاتی رائے ہے، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اسکے جواب میں لکھا کہ ہم آپ کی ذاتی رائے کے ماننے کے لیے ہرگز تیار نہیں! چنانچہ انکی رائے نہیں مانی گئی اور مسلمان برابر عیسائی عورتوں سے شادیاں کرتے رہے۔

ایکمرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمرو بن العاص رض عامل مصر کو ایک تہدید آمیز خط لکھا انھوں نے بھی نہایت دلیری اور آزادی کے ساتھ ترکی بترکی جواب دیا۔ لیکن جب ایک دوسرے موقع پر حضرت عمر رض نے انکو سزا دی تو چونکہ وہ قانون شرع کے موافق تھی تو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اُف بھی نہ کرسکے۔

ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہٗ کو نہاوند کی جنگ میں سپہ سالار بنا کر بھیجنا چاہا لیکن انھوں نے جانے سے صاف انکار کردیا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ حضرت عمر فاروق رض حضرت علی رض کے مشورہ کو ہر اہم کام میں ضرور شامل کرتے تھے اور اسکے بعد بھی ہمیشہ ایسا ہی ہوتا رہا۔

ملک شام میں جب وبائے طاعون نمودار ہوئی تو حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حکم کو ماننے سے انکار کردیا اور اسلامی لشکر کی چھاؤنی کو پہاڑ پر نہیں لیگئے اور حضرت عمر رض کے حکم پر اعتراض کیا اور کہا کہ آپکا یہ حکم ماننے کے قابل نہیں ہے حضرت ابو عبیدہ رض کی اگرچہ یہ ایک اجتہادی غلطی تھی لیکن انھوں نے جس چیز کو صحیح سمجھا اُسی پر عمل کیا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم کو کتاب وسنت کے خلاف سمجھ کر اُس پر

عمل نہیں کیا۔

ایکمرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ ممبر پر چڑھے اور کہا کہ صاحبو اگر میں دُنیا کی طرف جھک جاؤں تو تم لوگ کیا کروگے؟ مجمع سے فوراً ایک شخص کھڑا ہوگیا اور تلوار میان سے کھینچکر بولا کہ تمہارا سر اُڑا دینگے حضرت عمرؓ نے اُسکے آزمانے کے لیئے ڈانٹ کر کہا کہ کیا تو میری شان میں یہ الفاظ کہتا ہے اُسنے پوری جرأت و دلیری سے کہا کہ ہاں ہاں تمہاری ہی شان میں کہہ رہا ہوں حضرت عمرؓ یہ سُنکر بہت خوش ہوئے اور کہا کہ الحمدللہ قوم میں ایسے لوگ موجود ہیں کہ اگر میں ٹیڑھا ہو جاؤں تو وہ مجھ کو سیدھا کردینگے۔

اِسی طرح مال غنیمت کی چادروں کا مشہور قصّہ ہے کہ ایک شخص نے سرممبر آپ کو ٹوک دیا اور آپ کو صفائی پیش کرنی پڑی اور جب حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی گواہی گزر چکی تو اُسنے کہا کہ ہاں! اب ہم آپ کی بات سُنینگے اور مانینگے۔ اُسپر بھی حضرت عمرؓ مطلق ناخوش نہیں ہوئے۔ یہی حق گوئی و حق پسندی و حق پرستی تھی جو اسلام نے ہر شخص میں پیدا کرنی چاہی ہے اور اسی پر اسلام کو بجا طور پر فخر ہے اور اسی طرح دُنیا میں حق قایم ہوسکتا ہے اور یہی حرّیت و مساوات تھی جسنے عربوں کو تمام دُنیا کا فاتح بنادیا تھا لیکن مسلمانوں کی بدنصیبی کس درجہ ترقی کرچکی ہے کہ فاروق اعظمؓ کے زمانہ میں حکومتِ الٰہی کے اندر رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کے خطاب یافتوں اور قیامت تک کے لیئے نجوم ہدایت بنجانے والوں اور اپنی آزادی و حُریت اور خدا پرستی کے بہترین نمونے دکھلانے والوں کی نسبت آج اپنی خود تراشیدہ امارت کا ایک مدعی انتہائی بدتمیزی کے ساتھ "بدبخت اور بد نیت" کے الفاظ اِستعمال کرتا اور حاسد اور فتنہ پسند کے نام سے یاد کرتا ہے اور اطاعتِ الٰہی کی طرف بُلانیوالوں کے لیئے سب و شتم کے انبار لگاتا چلا جاتا اور اپنے جاہل اور حقیقتِ اسلام سے ناواقف مُریدین و متبعین کے لیئے اپنے مخالفوں کو قتل کردینے تک کی ترغیبات بھی ساتھ ساتھ فراہم کرتا جاتا ہے مسلمانوں کی اس بدنصیبی کا صحیح اندازہ اس طرح بھی ہوسکتا ہے کہ جو لوگ مسلمانوں میں علم و فضل کے اعتبار سے شہرت رکھتے ہیں وہ عموماً گونگے ہوگئے ہیں وہ طوفان بےتمیزی کے تلاطم کو دیکھتے اور مسلمانوں کی بےعملی اور قحط الرجال ذہنی کے انتشار سے واقف ہیں مگر مسلمانوں کو سیدھے راستے کیطرف متوجہ کرنے کے لیئے کتاب اللہ اور سُنّت رسول اللہ کا پیغام لے کر نہیں اٹھتے حالانکہ

اپنی اِس خاموشی کے نتائج کی خطرناکی کا احساس بھی رکھتے ہیں لیکن اپنی جان کی خیر مناتے اور دُنیا کے متاعِ قلیل اور دُنیا کے عیش فانی کی محبت و حفاظت کو زیادہ قیمتی سمجھنے لگے ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ غلط کاروں کو سزا دینے میں بڑے مستعد تھے اور کتاب و سنت کی مخالفت کو ایک منٹ کے لیے برداشت نہیں کرسکتے تھے۔ چنانچہ اسپر اُمّت مرحومہ کا اتفاق ہے کہ فاروق اعظم رضؓ اسلامی اخلاق کی مجسم تصویر تھے اور اسیطرح دوسروں کو بنانا چاہتے تھے۔ جو شخص حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہٗ کے طرز عمل اور نمونۂ امارت کو جس قدر غلط اور قابل اصلاح قرار دیتا ہے وہ خود اسلام اور حقیقت اسلام کے سمجھنے سے اُسیقدر دُور و مہجور ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہٗ نے پابندیٔ شرع اور قیام حق کے معاملے میں نہ حضرت علی کرم اللہ وجہٗ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہٗ کی کوئی رعایت کی اور نہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضؓ اور حضرت عمرو بن العاص رضؓ کی کسی غلطی پر درگزر کی۔ اُنھوں نے اپنی طرف سے کوئی نئی چیز ایجاد نہیں کی اُنھوں نے صرف کتاب و سُنّت ہی کے قانون کو نافذ کیا اور اِسی لیے وہ سب سے زیادہ کامیاب امیر تھے اُنھوں نے خود عام لوگوں کے سامنے اعلان فرما دیا تھا کہ "اِنِّیْ اُشْهِدُكُمْ عَلٰی اُمَرَاءِ الْاَمْصَارِ اِنِّیْ لَمْ اَبْعَثْهُمْ اِلَّا لِیُفَقِّهُوا النَّاسَ فِیْ دِیْنِهِمْ"

(میں تم لوگوں کو اسبات پر گواہ کرتا ہوں کہ میں نے شہروں اور صوبوں کے امیر اسلیئے مقرر کرکے بھیجے ہیں کہ وہ لوگوں کو دین سکھائیں یعنی احکام الٰہی کا فرمانبردار بنائیں)

یہانتک کہ وہ فوجوں کے سپہ سالار اور افسر بھی اُنہیں لوگوں کو مقرر کرتے تھے جو حقیقت اسلام اور دینی احکام سے زیادہ واقف اور زیادہ متبع کتاب و سنت ہوں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہٗ نظم حکومت، ضبط رعایا، انتظام سلطنت اور امان مملکت کے معاملے میں ساری دُنیا کے حکمرانوں، پادشاہوں، امیروں، سُلطانوں اور پریسیڈنٹوں کے لیے بہترین نمونہ تسلیم کیے جاتے ہیں اور قریبًا ہر مُلک اور ہر قوم کے عالموں، مصنفوں، قانون دانوں اور لیڈروں نے اُن کو بہترین فرمانروا، بہترین عادل، بہترین ہمدردِ خلائق اور بہترین مدبّر و منتظم تسلیم کیا ہے۔ وہ اقوام عالم میں تمام فوجی۔ مالی۔ دیوانی مجسٹریٹی اور عدالتی نظامات کے موجد

سمجھے جاتے ہیں اور مسلمانوں ہی نے نہیں بلکہ غیر مسلموں نے بھی اُنکی خلافت وحکومت کو بہشتی سلطنت اور الٰہی حکومت مانا ہے اور غیر مسلم مصنفین نے روئے زمین کے مقننوں میں اُنکو صدر نشین تسلیم کیا ہے لیکن کیا کسی رحم مادر میں کوئی ایسا نطفہ اب تک قرار پا سکا ہے جو اس جہان آب گل میں پیدا ہوکر اور نشو و نما پاکر اور خوب ہوشیار و چالاک اور چاق وچست ہوکر یہ ثابت کرسکے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت و امارت کے آئین و قوانین کتاب و سنت کے خلاف یا کتاب وسنت کے غیر تھے یا کتاب وسنت سے ماخوذ و مستنبط نہ تھے یا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مختار ناطق اور مطاع مطلق کی حیثیت سے حکومت کی اور وہ اپنے اعمال و افعال و احکام میں غیر مسئول اور کتاب و سنت کے آگے جوابدہ نہیں سمجھے جاتے اور مسلمان اُن کو خدا کی مانند لاشریك فی حکمه احدا کا مصداق سمجھتے تھے۔

اگر یہ ممکن نہیں تو پھر لوگ یہ کس قدر لغو اور بیہودہ دعاوی کر رہے ہیں کہ اسلام میں امیر کی اطاعت مطلق اور بلا قید و بلا شرط ہے اور صدر اسلام میں امرائے اسلام کو اختیار ناطق حاصل تھا اور امیر کی اطاعت بلا قید و شرط ہے۔

یہ کہنا کہ کتاب وسنت کی اتباع کا مطالبہ امیر سے ہر شخص ہمہ اوقات کیسے کرسکتا ہے اور قرآن کھولے ہوئے ہر وقت کون امیر کے پیچھے پیچھے پھر سکتا ہے ایسی ہی بیہودہ اور ناقابل التفات ہے جیسا کسی شخص نے فان تنازعتم کے متعلق کہا تھا کہ اگر امیر سے تنازع کروگے تو چونکہ فوج کی طاقت امیر کے ہاتھ میں ہے لہٰذا ایک طرف رعایا ہوگی اور ایک طرف امیر کی فوجی طاقت ہوگی اور بڑا فساد برپا ہوگا۔ لہٰذا بہتر یہی ہے کہ خاموش ہو رہوا ور امیر کو کتاب سنت کی خلاف ورزی پر قائم رہنے دو جس طرح موخر الذکر نے امیر کی فوج اور مسلم عوام کو دو الگ الگ ایک دوسرے سے اجنبی گروہ فرض کرنے اور الٰہی قانون کو نعوذ باللہ بے معنی اور بیکار قرار دینے میں اسلام سے اپنی ناواقفیت کا ثبوت دیکر اپنے آپ کو ناقابل خطاب بنالیا ہے اسی طرح اوّل الذکر کو بھی خبر نہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں صحابہ کرامؓ کو ہمہ اوقات قرآن مجید کھولے ہوئے اُنکے پیچھے پیچھے پھرنے کی ضرورت پیش نہیں آتی تھی حالانکہ انکا ہر حکم اور ہر فیصلہ کتاب وسنت ہی کی کسوٹی پر پرکھا جاتا تھا اور وہ ہرگز مطاع مطلق نہ تھے

اسلامی نصب العین اور ایک عظیم الشان فرض

مسلمانوں کے نفس پرست عالم نما مولویوں، واعظوں اور فریب باز جاہل پیروں نے اپنی اغراض ذاتی کے لیئے دُنیا کی بے ثباتی اور اسباب معیشت کیطرف سے بے رغبتی پیدا کرنیوالے مواعظ کی لے کو اس قدر حد سے زیادہ بڑہا دیا کہ اس حقیقت کو کہ دُنیا کی تمام چیزیں انسان کے فائدے اور کام میں لانے کے لیئے پیدا کی گئی ہیں بالکل بھلا دیا اور تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ تُبْدُوْنَهَا وَتُخْفُوْنَ كَثِيْرًا ۝ (الانعام - ۱۱) کے مصداق بنگئے چنانچہ مسلمانوں میں تعلیم اسلام کے خلاف رہبانیت اور ساد ہوپن نے نشو ونما پانی شروع کر دی اور حقیقت اسلام سے جُدا ہونے لگے۔ اِسطرح شیطانی تعلیمات کے متبع اور تعلیمات آلہیہ سے غافل ہوکر اُسکے نتیجے میں روز بروز افلاس، بے عملی، تن آسانی، سستی، بُزدلی وغیرہ میں مبتلا ہوئے سلطنتیں چھن گئیں، سامانِ معیشت کے دروازے تنگ ہوگئے، فطری ضرورتوں اور ناگزیر احتیاجوں نے اخلاق کی بلندی کو پستی سے تبدیل کر دیا اور دمبدم ایک قابل عزت قوم کی جگہ ذلیل قوم بننے لگے اور اسلام کی نسبت یہ غلط تصور قایم ہوا کہ وہ انسان کو دُنیا میں تباہ حال وفاقہ مست اور ذلیل و رسوا رکھنا چاہتا ہے اور اُسکے معاوضے میں جنت کا وعدہ کرتا ہے اور مسلمانوں کو جنت کے حاصل کرلینے کے لیئے بخوشی یہ ذلتیں برداشت کرنی ضروری ہیں اور اپنی اس بے سامانی اور تباہ حالی کو سامانِ اُخروی یقین کرکے وظیفہ خوانی، سبحہ گردانی اور چلہ کشی میں مصروف رہنا چاہیئے حالانکہ یہ تصور سراسر غلط اور تعلیمات قرآنی کے بالکل خلاف تہا۔

اِسکا ردِ عمل ضروری تہا۔ چنانچہ ایک ایسا گروہ مُسلمانوں میں پیدا ہوا جسنے بجائے اِسکے کہ مسلمانوں کو صحیح اسلامی تعلیم اور قرآن مجید کی طرف متوجہ کرتا اُسنے اسلام کی حقیقت سے آشنا ہوئے بغیر اسلام کو مسلمانوں کی تباہ حالی کا سبب گردان کر مسلمانوں کو اسلام ہی سے برگشتگی و بغاوت اختیار کرنے کی ترغیب دی۔ جن لوگوں نے بلا ترغیب غیرے خود ہی پیٹ بھرنے اور تن ڈہانکنے کے لیئے مجبور ہوکر محنت وعمل سے کام لینا اور دُنیا کمانا شروع کیا اپنی جہالت اور قرآن مجید سے بے تعلقی کے سبب اپنے آپ کو اسلام کا باغی سمجھنے لگے۔ حالانکہ اُنکا یہ عمل اور سعی قرآن مجید کے خلاف نہ تھی

اگر وہ قرآن مجید سے ہدایت حاصل کرتے تو زیادہ بہتر حالت میں پہونچ جاتے نتیجہ یہ ہوا کہ تارک الدنیا چلہ کش فقیر اور پیر سچے پکے مسلمان اور نماز روزہ ادا کرنیوالے بھی مسلمان اور سب سے بڑا گروہ جو نماز روزہ کی بھی قید میں نہ رہا تھا۔ اسمی مسلمان بن کر رہ گئے قرآن مجید انمیں سے کسی کے بھی پیش نظر نہ تھا اور یہ ساری خرابیاں اور ساری بربادیاں اسی لیے نمودار ہوئیں کہ قرآن شریف کو مسلمانوں نے پس پشت ڈالدیا تھا۔ اور یہ نتائج اعمال جیسا کہ خدائی قانون ہے۔ فوراً ہی نہیں بتدریج اور دیر و تامل کے ساتھ مرتب ہوئے، نوعِ انسان کے پشتینی دشمن نے مسلمانوں کو قرآن مجید سے غافل و ذاہل رکھنے کے لیئے اور بھی بہت سے سامان الحاد و دہریت کے موجود کر دیئے اور بدنصیبی اپنی انتہا کو پہنچ گئی جس خدا نے بنی اسرائیل کی ذلیل و تباہ حال قوم پر رحم فرما کر مصر سے اُنکی آزادی و رستگاری کے سامان خود مہیا فرمائے اُسی خدا نے ہندوستان کے مسلمانوں کی بربادیوں اور تباہ حالیوں پر رحم فرما کر ایسے سامان پیدا کیئے کہ ہندوستان کے طول و عرض میں جابجا قرآن مجید کیطرف متوجہ ہونے کا خیال لوگوں میں پیدا ہوا۔ قرآن مجید کے مفید اور نفع رساں ترجمے اور مفید تفسیریں لکھی جانے لگیں۔ درس قرآن کی مجلسیں قایم ہوئیں اور حقائق قرآنیہ سے واقف و آگاہ ہونے اور قرآن مجید میں تدبر کرنے کی طرف ایک نہایت قلیل تعداد آمادہ ہوگئی۔ قرآن مجید جب ابتداءً دُنیا میں نازل ہوا تھا، تو اُسوقت بھی اسکی مخالفت میں شیطان نے اپنے تمام ہتھیار استعمال کیئے تھے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ۝ (حم سجدہ ۵ - رکوع ۴)	اور جو کافر ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ اس قرآن کو مت سنو اور اس میں شور ڈالو۔ شاید تم غالب آجاؤ

اب بھی قرآن مجید کیطرف سے غافل کرنے اور لوگوں کو تعلیمات قرآنیہ سے باز رکھنے کے لیئے شیطان نئے نئے ہتھیار استعمال کر رہا ہے اور کریگا لیکن قرآن مجید نے پہلے بھی اپنی طرف متوجہ ہونیوالی چھوٹی اور کمزور جماعت کو مضبوط اور بڑی جماعت بنا دیا تھا اور اب بھی یقیناً یہ ہی ہونے والا ہے۔ قرآن مجید کی تعلیمات کا خلاصہ اور لب لباب توحید الٰہی کا دنیا میں قایم کرنا اور تمام جھوٹے خداؤں کا ملیا میٹ کر دینا ہے اسی کا نام خدا تعالےٰ کی کامل فرمانبرداری اور کامل

فرمانبرداری کے دوسرے تمام خواہشمندوں کو مایوس کردیتا ہے اسی میں ہر قسم کی کامرانی و مقصدوری کا راز مضمر ہے اور اسیکے ذریعے نسل انسانی اپنی شرافت کے صحیح مقام پر فائز ہوسکتی ہے

اسوقت شیطان نے جس زبردست ہتہیار کو استعمال کیا ہے وہ "دام ہمرنگ زمین" ہے جس طرح نفس پرست و پُرفریب بازواعظوں نے قرآن مجید کو پارہ پارہ کرکے اُسکی حکمت مفصل مستور و محجوب بناکر اور آیات قرآنی کے حوالے دے دے کر سامان معیشت اور اسباب دنیوی کی فراہمی سے مسلمانونکو متنفر کردیا تہا اور مسلمانونکی زبان حال یہ کہہ رہی تھی کہ ؎

حسن سبزے بخط سبز مرا کرد اسیر
دام ہمرنگ زمین بود گرفتار شدم

بالکل اسی طرح یورپ زدہ مادہ پرست دماغوں نے جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِیْنَ کے مصداق بن کر اور قرآن مجید کو پارہ پارہ کرکے قرآن مجید کے بتائے اور سمجھائے ہوئے صحیح نصب العین کو آنکھوں سے اوجھل کرکے قرآن مجید ہی کی آیتوں کے انتہائی چالاکی کے ساتھ حوالے دے دیکر اور الفاظ قرآنی میں اپنی طرف سے الفاظ داخل کرکے اور سب کو کلام الٰہی بتاکر مسلمانوں کو عقبےٰ سے غافل، دُنیا پرست اور رہبانیہ بناکر اُنکے اخلاق کو پست سے پست تر اور ذلیل تر بنانا، اور اپنی من گھڑت باتوں کو حکم قرآنی کہہ کہہ کر لوگوں کو گمراہ کرنا اور اپنی خواہشات ردیہ کو پورا کرنا چاہا ہے۔

اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہیں پھر کہتے ہیں کہ یہ اللہ کیطرف سے ہے۔	یَکْتُبُوْنَ الْکِتَابَ بِاَیْدِیْهِمْ ثُمَّ یَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ (البقرہ۔ ۹)

جو لوگ یورپ کی مادہ پرستی سے متاثر ہوکر ہستیٔ باری تعالےٰ کے بھی منکر اور سلسلۂ انبیاء، کتب سماویہ، قیامت، ملائکہ وغیرہ اسلام کے اُصولی عقائد کا تمسخر اُڑاتے مگر مسلمان کہلاتے اور مسلمانوں کی جماعت میں شامل سمجھے جاتے ہیں وہ سب نہایت سرخرو اور اتباع قرآنی کے مُدعی بنکر لبیک گویاں اس طرف دوڑے چلے آتے اور اس دام ہمرنگ زمین کو موثر و کامیاب بناکر قرآن مجید کی حقیقی تعلیم کو برباد کردینا چاہتے ہیں

دھوکا دینے کے لیے ایک دوسرے کے دل میں	یُوْحِیْ بَعْضُهُمْ اِلٰی بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ

غُرُوْرًاط (الانعام۔ رکوع ۱۴) | طمع کی باتیں ڈالتے رہتے ہیں۔

اِن لوگوں کی سب سے زیادہ جاہلوں کے دلوں کو متاثر کرنیوالی بات یہ ہے کہ ہم مسلمانوں کو سلطانی اور حکمرانی دلادینگے لہٰذا آنکھیں بند کرکے ہمارے پیچھے چل پڑو اور جو ہم کہیں وہ کرو اور اپنے آپ کو بکلی ہمارے سپرد کردو۔ ہم نے قرآن مجید کو اچھی طرح سمجھ لیا ہے اب تمہارے لئے کچھ کہنے سننے اور سوچنے سمجھنے کی کوئی بات نہیں رہی تم کو ہم سے پُوچھنے اور سمجھنے کا بھی کوئی حق نہیں ہے بس ہم جو حکم دیں اُس کی تعمیل کرو۔ ایسا کروگے تو پادشاہت قایم ہوجائے گی اور یہی تمہارا مقصد زندگی ہے۔

وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ○ (آل عمران۔ ۸)	اور ان میں کا ایک گروہ ہے جو کتاب کے متعلق جھوٹ بناتے ہیں تاکہ تم اسے کتاب ہی سے سمجھو حالانکہ وہ کتاب الٰہی سے نہیں ہے اور کہتے ہیں کہ وہ اللہ کیطرف سے ہے حالانکہ وہ اللہ کیطرف سے نہیں ہے اور وہ اللہ پر جھوٹ بولتے ہیں اور وہ جانتے ہیں (کہ جھوٹ بول رہے ہیں)

دُنیا سے بالکل تنفر کرنیوالے پہلے گروہ نے بھی مسلمانوں کو اِسلام سے دُور ڈالدیا تھا اور یہ دُنیا پرست چالاک گروہ بھی مُسلمانوں کو اسلام سے دُور و مہجور کرنے پر تُلا ہوا ہے اُسکے سامنے بھی کوئی حقیقی روشنی نہ تھی اور اسکے سامنے بھی کوئی حقیقی روشنی نہیں۔

يُرْضُوْنَكُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ وَتَاْبٰى قُلُوْبُهُمْ وَاَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ ○ (التوبہ۔ ۲)	وہ اپنے موہنوں سے تم کو راضی کرتے ہیں اور اُنکے دل انکار کرتے ہیں اور اُنہیں سے اکثر نافرمان ہیں۔

حسن بن صباح اور اُسکے امثال نے بھی اسیطرح مسلمانوں کو گمراہی میں ڈالنا چاہا تھا اور بہت سے مُسلمان اسی طرح اِس ارشادِ الٰہی کو بھول گئے تھے جیساکہ آج بھولے ہوئے ہیں۔

وَلَا تَتَّبِعُوْٓا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ○ (المائدہ۔ ۱۰)	اور ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کرو جو پہلے گمراہ ہوئے اور بہتوں کو گمراہ کیا اور سیدھی راہ سے بھٹک گئے۔

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا مُسلمانوں کو سلطنت حاصل کرنے اور فرمانروا بننے کی کوشش

نہیں کرنی چاہیئے؟ قرآن مجید اِسکے جواب میں فرماتا ہے کہ سلطنت حاصل کرنے کی کوشش ضرور کرنی چاہیئے لیکن ساتھ ہی یہ بھی فرماتا ہے کہ انسان کے لیئے سب سے زیادہ قیمتی چیز رضائے الٰہی کا حاصل کرنا ہے اور رضائے الٰہی فرمانبرداریٔ الٰہی سے حاصل ہوسکتی ہے اگر پادشاہت حاصل کرکے زمین پر اکڑکر اور سینہ نکالکر چلنا۔ اچھے اچھے گھوڑوں اور سواریوں پر سوار ہونا۔ مالُ دولت اور چاندی سونے کے ڈھیروں کا مالک ہونا۔ خوبصورت عورتوں پر متصرف ہونا اور عقبیٰ کی فکر سے غافل ہو جانا مقصود ہے تو یہ پادشاہت ایک لعنت اور انسان کے لیئے خسران و زیان ہے اور اگر اس پادشاہت کے ذریعے قیام حق، فرمانبرداریٔ الٰہی اور مخلوق خدا کی خدمت گزاری اور عدل و امن کا قایم کرنا مقصود ہو تو یہ ایک انعام الٰہی ہے اور وہ خدا تعالےٰ کی مشیت پر منحصر ہے۔

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ۗ ذَٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ وَاللَّهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الْمَآبِ ۝ قُلْ أَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِنْ ذَٰلِكُمْ ۚ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَأَزْوَاجٌ مُطَهَّرَةٌ وَرِضْوَانٌ مِنَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ ۝ (آل عمران۔ رکوع ۲) (لوگونکو مرغوب چیزوں کی محبت مثلاً عورتوں اور بیٹوں اور ڈھیروں ڈھیر سونے چاندی اور پلے ہوئے گھوڑوں اور مویشی اور کھیتی کی محبت اچھی معلوم ہوتی ہے، حالانکہ یہ اس دُنیوی زندگی کا سامان ہے اور اللہ کے پاس لوٹ کر جانے کی اچھی جگہ ہے ان لوگوں سے کہہ دو کہ کیا میں تم کو دُنیوی زندگی کے ان سامانوں سے بہتر فوائد نہ بتاؤں تقویٰ شعار لوگوں کے لیئے اُنکے رب کے پاس باغ ہیں جنکے نیچے نہریں بہتی ہیں وہ انمیں رہنے والے ہیں اور انکے پاک ساتھی ہونگے اور اُنکو اللہ کی رضامندی حاصل ہوگی اور اللہ بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے)

مومن کا اصل نصب العین دینوی پادشاہت نہیں ہوسکتی۔ مومن کا نصب العین اس سے بہت زیادہ بلند ہے جس شخص نے رضائے الٰہی اور اُخروی کامرانی کو فراموش کرکے صرف دینوی پادشاہت ہی اپنا مقصود اصلی اور نصب العین قرار دے لیا اُس سے زیادہ بدبخت اور نامراد اور کون ہوسکتا ہے دُنیوی پادشاہت کا تعلق مشیت الٰہی سے ہے:۔

قُلِ اللّٰھُمَّ مٰلِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِیَدِکَ الْخَیْرُ ط اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ٥ (اٰلِ عمران - ۳)	کہو کہ اے اللہ ملک کے مالک تو جس کو چاہتا ہے ملک دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے ملک لے لیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ذلیل کرتا ہے تیرے ہی ہاتھ میں سب بھلائی ہے بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔ (آل عمران - ۳)

اگر دُنیوی پادشاہت ہی مومن کا نصب العین ہوتا اور پادشاہت کا حصول ہی تکمیل ایمان کی شرط ہوتی تو نمرود و فرعون کو دُنیوی پادشاہت کیسے مل سکتی تھی۔ جن یُورپ زدہ احمقوں نے یورپی فرمانروا قوموں کو جنتی اور خُدا کی پیاری قوم ثابت کرنا چاہا ہے وہ شاید فرعونی منطق سے کام لے کر نعوذ باللہ فرعون کو بھی خدا کا پیارا اور برگزیدہ یقین کرتے ہوں تو تعجب نہیں جیسا کہ فرعون کی نسبت قرآن مجید میں ہے کہ:۔

وَنَادٰی فِرْعَوْنُ فِیْ قَوْمِہٖ قَالَ یٰقَوْمِ اَلَیْسَ لِیْ مُلْکُ مِصْرَ وَھٰذِہِ الْاَنْھٰرُ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِیْ ۚ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ٥ اَمْ اَنَا خَیْرٌ مِّنْ ھٰذَا الَّذِیْ ھُوَ مَھِیْنٌ وَّلَا یَکَادُ یُبِیْنُ ٥ فَلَوْلَآ اُلْقِیَ عَلَیْہِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَھَبٍ اَوْ جَآءَ مَعَہُ الْمَلٰٓئِکَةُ مُقْتَرِنِیْنَ ٥ فَاسْتَخَفَّ قَوْمَہٗ فَاَطَاعُوْہُ ط اِنَّھُمْ کَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِیْنَ ٥ (الزخرف ۵)	اور فرعون نے اپنی قوم میں اعلان کیا کہ اے میری قوم کیا میں مصر کا پادشاہ نہیں ہوں اور کیا یہ ان نہروں کا مالک نہیں ہوں جو میرے نیچے بہتی ہیں کیا تم دیکھتے نہیں۔ میں تو اس (موسیٰ) سے بہتر ہوں جو کمزور ہے اور کھول کر بیان نہیں کرسکتا (اگر یہ خدا کا پیارا اور اُسکا فرستادہ ہوتا) تو اس پر سونے کے کڑے کیوں نہ اتارے گئے یا اسکے ساتھ فرشتے قطار در قطار کیوں نہ آئے۔ اُسنے (فرعون نے) اپنی قوم کو خفیف کیا انھوں نے اُس کی اطاعت کی اس لیئے کہ وہ نافرمان لوگ تھے۔

قرآن مجید انسان کو وہ بہترین طرز زندگی اور بہترین اخلاق سکھاتا اور اُس کی تہذیب نفس کو اس اعلیٰ مرتبہ پر پہنچانا چاہتا ہے کہ اُسکی نظر میں دُنیوی پادشاہت کوئی ایسی چیز نہیں رہتی جس پر وہ قانع ہو کر اپنی ترقیات کی انتہا سمجھے، مومن اگر پادشاہ بننا چاہتا ہے تو صرف اسلیئے کہ ظالموں کے ہاتھوں کو کوتاہ کردے، تبلیغ حق کے راستے کی رکاوٹوں کو دُور کر کے حق و صداقت سے ہر شخص کو آشنا ہونے کا موقع بہم پہنچائے اور خدا کی محبت میں خُدا کی مخلوق کے ساتھ محبت کا برتاؤ

کرے۔ مومن اِس لیئے بادشاہت کا خواہاں ہوسکتا ہے کہ خود پادشاہ بنکر اپنے نمونہ سے لوگوں کو یقین دلائے کہ کوئی انسان کسی انسان کا مطیع نہیں ہے، بلکہ سب خدا ہی کے مطیع ہیں نیز اس بات کا بھی یقین دلائے کہ دین و مذہب کے اختیار کرنے میں کوئی کسی پر زبردستی نہیں کرسکتا مگر جس بات کو جو شخص حق سمجھتا ہے وہ اُسے دوسروں کے سامنے صرف پیش کرسکتا ہے۔ ماننا نہ ماننا ہر شخص کے اپنے اختیار میں ہے۔ وہ سب کے ساتھ یکساں انصاف و عدل کا برتاؤ کرتا ہے چاہے اُسکا ہم مذہب ہو یا دوسرے مذہب کا متبع ہو، وہ نسل انسانی کی معاشرت کو پُرامن اور خوشگوار بنا دینے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ اُن لوگوں کو جو ظلم و عدوان اور فساد مچاتے اور امن و امان کو برباد کرنے پر تُل جاتے ہیں طاقت کے ساتھ زیر کرنے پر ہمہ اوقات مستعد رہتا ہے اور اس کام میں بُزدلی اور سُستی نہیں دکھاتا۔ مومن کو پادشاہت حاصل ہونے کے بعد نہ دوسروں سے زیادہ کھانے، نہ دوسروں سے اچھا پہننے کا حق حاصل ہوتا ہے اور نہ وہ دوسروں سے زیادہ کسی قسم کی راحت حاصل کرنیکا حقدار بنجاتا ہے اُس کو پادشاہت حاصل ہونے کے بعد اپنے کپڑوں میں خود اپنے ہاتھ سے پیوند لگانے کی ضرورت بھی پیش آجاتی ہے اور اُسکو اور اُسکے بچوں کو فاقہ کی مصیبت بھی اُٹھانی اور بھوکے رہ کر رات بسر کرنی پڑ جاتی ہے، وہ قوم کے خزانے کا امین ہوتا ہے اور اُسکو خود بعض اوقات نصف دینار لوگوں سے قرض مانگنا پڑجاتا ہے۔

ایسی پادشاہت اور ایسی امارت کی خواہش مومن کو محض اسلیئے ہی ہوسکتی ہے کہ وہ دنیا میں حق قایم کرے اور لوگوں کو خدا کا فرمانبردار بنانے کا موقع پاکر خدا کو رضامند کرسکے۔ وہ حصول پادشاہت سے پہلے بھی اپنی تمامتر توجہ خدا کو رضامند کرنیکے لیئے صرف کرتا تھا اور پادشاہ بننے کے بعد بھی تمامتر توجہ اسی میں صرف کرتا ہے۔ وہ کسیوقت بھُولکر بھی محض پادشاہت کو اپنا نصب العین نہیں بنا سکتا۔ وہ پادشاہت کے حصول کی کوشش محض اسلیئے کرتا ہے کہ حکومت الٰہی قایم ہو اسلیئے نہیں کہ میری حکومت قایم ہو لہٰذا اُس کی کوششوں میں کسی وقت بھی کوئی ایسی چیز نہیں پائی جاسکتی جو احکام الٰہی اور ہدایتِ الٰہی کی نافرمانی پر مشتمل ہو۔ جو شخص صرف پادشاہت کو نصب العین بنا چکا ہے اور اپنی پادشاہت قایم کرنا چاہتا ہے وہ حصول پادشاہت کے لیئے بڑے جستجو

دھوکا۔ فریب، بدعہدی، بددیانتی، وعدہ خلافی وغیرہ تمام شیطانی ہتھیار استعمال کر سکتا ہے لیکن مومن کے پاس چونکہ خدا کیطرف سے آئی ہوئی ہدایت و حکمت روشنی موجود ہوتی ہے وہ اسکے ذریعے اپنا سفر طے کرتا ہے اور اِدھر اُدھر نہیں بھٹکتا۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ مشیت آلٰہی جو فرمانبرداروں اور نافرمانوں یا نیکوں اور بدوں دونوں کو پادشاہت وحکومت عطا کردیتی ہے آیا اُس کی یہ عطاوبخشش سلسلۂ اسباب وعلل اور اُسکے مقرر فرمودہ قانون مجازات کے ماتحت ہے یا اُسکی مشیت اپنے مقرر فرمودہ قانون کو خود توڑتی بھی رہتی ہے؟ اِسکا جواب یہ ہے کہ وہ قانون سازِ حقیقی اپنے قانون ہی کے موافق سب کچھ کرتا ہے:۔ "وَلَن تَجِدَ لِسُنَّتِ اللهِ تَبْدِيلًا"۔ لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ ہماری ناقص و ناتمام عقل سُنّت اللہ کا احاطہ کرسکے۔ اُسنے سانپ اور بچھو بھی کسی حکمت اور مصلحت ہی سے پیدا کیئے ہیں اور اُنکے ذریعہ بھی وہ اپنے قانون مجازات مکافات ہی کی تکمیل فرمارہا ہے اگر ہماری سمجھ میں یہ بات نہ آئے کہ سانپ کو انسان کے ہلاک کردینے اور بچھو کو انسان کے رُلادینے کی طاقت کیوں عطا ہوئی تو یہ ہماری ہی فہم کا قصور ہے خدا تعالےٰ پر اِسکا کوئی الزام عائد نہیں ہوسکتا۔

خدا تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی شرارتوں کی سزادہی کے لیئے بخت نصر اور رومیوں کو طاقت و قوت عطا فرمائی اور اُنھوں نے بنی اسرائیل کی خوب ہی خبر لی اور اُنکو اچھی طرح سزادی اُسکا قرآن مجید نے ذکر فرمایا لیکن بخت نصر اور رومیوں کو یہ طاقت وشوکت کیوں عطا ہوئی اس کا ذکر نہیں فرمایا۔ وَقَضَيْنَا إِلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ فِي الْكِتَابِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْأَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيرًا ۝ فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ أُولَاهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَا أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ فَجَاسُوا خِلَالَ الدِّيَارِ ط الخ (بنی اسرائیل۔ رکوع ۱)

ارض مقدس کی حکومت بنی اسرائیل کو مل چکی تھی لیکن اُنھوں نے انتہائی بزدلی و نامردی اور اپنے نبی کے سامنے شوخ چشمی کا اظہار کیا اِس خطا کی سزا میں چالیس سال کی سرگردانی و پریشانی کی سزا ملی لیکن یہ نہیں بتایا کہ عمالقہ کو کیوں چالیس سال تک اقتدار فرمانروائی کا موقع دیا گیا۔ بغداد کی بربادی اور بغدادیوں کے مقتول ہونے کے اسباب کو مورخین نے اپنی اپنی تحقیق اور

سمجھ کی موافق بتاتے ہیں لیکن ہلاکو خاں کو یہ شوکت و قوت کس حسن عمل کے نتیجے میں ملی تھی کسی نے نہیں بیان کیا۔ جو شخص اس دنیا اور اس دنیوی شوکت و سلطنت ہی کو ماحصل زندگی قرار دے چکا ہو اور جس کا دار آخرت پر ایمان نہ ہو وہ یقیناً اپنے نصب العین کی پستی کے سبب اسی عقدہ کشائی میں اُلجھ کر رہ جائیگا اور بالآخر اُس کو یہی اعلان کرنا پڑے گا کہ بخت نصر، رومی گورنر۔ عمالقہ۔ ہلاکو خاں اپنی چیرہ دستیوں کی دلیل پر خدارسیدہ و برگزیدہ تھے اور موجودہ زمانہ میں ہٹلر و مسولینی اپنی حاصل شدہ طاقت و شوکت کے سبب جنتی لوگ ہیں۔

بات یہ ہے کہ خدا تعالےٰ نے نوع انسان کے لیئے جو کامل و مکمل ہدایت نامہ بھیجا ہے اسکے ماتحت جو بادشاہت یعنی الٰہی حکومت قایم ہوگی وہی نوع انسان کے درد کا علاج ہوسکتی اور وہی نوع انسان کے لیئے قیمتی چیز ہوسکتی ہے اور اُس کی حالت و نوعیت وہ ہے جو اسی فصل میں اوپر بیان ہوچکی ہے اور جس کا نمونہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت و امارت تھی لیکن یہ بادشاہت و حکومت جسکا تصور عام دماغوں میں ہے یہ توکوئی قابل فخر و قیمتی چیز نہیں ہے بلکہ انسانیت کے چہرہ پر سیاہ دھبّہ ہے جس حکومت میں ایک یا چند انسانوں کو خدائی اختیار ملجا ہیں اور انسانوں کے لیئے انسان ہی مختار ناطق بنجائے اُس کو شیطانی حکومت کے سوا اور کیا کہا جاسکتا ہے اور مومن اُسکے قیام کے لیئے کہاں ساعی ہوسکتا ہے۔

آلٰہی حکومت کس طرح قایم ہوسکتی ہے؟

آلٰہی حکومت کے قایم کرنے کے لیئے کسی نئے پروگرام اور لائحہ عمل کے بنانے اور انسانی دماغ کی اُپج سے کام لینے کی مطلق ضرورت نہیں ہدایت نامہ آلٰہی یعنی قرآن مجید پر عمل کرنے اور قرآن مجید کی روشنی میں قدم اُٹھانے اور سفر شروع کردینے سے تھوڑی ہی دُور چل کر حکومت و سلطنت کی منزل آجاتی ہے۔ صاف راستہ موجود ہے، روشنی موجود ہے اُٹھنے اور کمر باندھ کر چلدینے کی دیر ہے۔ لیکن لوگوں کو اپنی آنکھوں پر بندھی ہوئی پٹیاں کھولنے اور اپنی گردنوں میں پڑے ہوئے پھندوں کے نکالنے اور اُٹھ کر آمادہ بہ سفر ہونے کا ہوش ہی کہاں ہے کنوئیں

سے نکل کر دلدلوں میں کھنسیوں سے نکل کر خندقوں میں گر رہے ہیں اور اندھوں کی لاٹھیاں ہر طرف گھوم رہی ہیں۔

قرآن مجید کی اتباع اور خدا و رسول کی اطاعت کے صرف یہی معنی نہیں ہیں کہ انسان شخصی طور پر اپنے اوپر عائد ہونیوالے فرائض بجالائے مثلاً عقائد و عبادات و اخلاق میں اعلیٰ مرتبہ حاصل کرلے اور سمجھ لے کہ میں سچا پکا مسلمان بن چکا۔ بلکہ قرآن مجید بار بار تاکید فرماتا اور کھول کھول کر سمجھاتا ہے کہ اس حق و ہدایت پر عمل کرنا اور دوسروں کو اس حق و ہدایت سے باخبر کرنا دونوں کام یکساں طور پر فرض اور ضروری ہیں۔ اور مومن یہی نہیں کہ خود نیک بنتا ہے بلکہ وہ دوسروں کو بھی نیک بنانے میں مصروف رہتا ہے، وہ قرآن مجید کو خود بھی پڑھتا اور اس میں تدبر کرتا ہے اور اسی طرح دوسروں کو بھی اس نعمت سے متمتع ہونے کی ترغیب دیتا ہے

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ط (آل عمران ۱۲)

مسلمانو! تم تمام امتوں میں بہتر امت ہو جو لوگوں کی اصلاح کے لیئے ظہور میں آئی ہے تم نیکی کا حکم دینے والے برائی سے روکنے والے اور اللہ پر سچا ایمان رکھنے والے ہو۔

مسلمانوں کو نہ طاقتور امت کہا نہ دولت مند امت کہا بلکہ بہتر اور بھلی امت کہا اسلیئے کہ مسلمان کا کام دنیا میں نیکیوں کی تعلیم دینا اور بدیوں سے روکنا ہے پھر یہ کہ صرف اپنی ہی قوم کے لیئے نہیں بلکہ تمام اقوام کی بھلائی چاہنے کے لیئے پیدا کی گئی ہے۔ یہ معلوم اور ثابت شدہ ہے کہ نیکی اور بدی کا تعین اور انکا صحیح امتیاز قرآن مجید سے بہتر کوئی نہیں بتا سکتا۔ قرآنی تعلیم عین فطرت انسانی کے موافق و متوازی ہے، قرآن جس کو گناہ اور جرم قرار دیتا ہے دنیا میں کوئی شخص اس کو خوبی ثابت نہیں کرسکتا قرآن مجید جسکو نیکی قرار دیتا ہے دنیا میں کوئی شخص اس کو برائی ثابت نہیں کرسکتا پس جسکے پاس ایسا اچھا اور سچا ہدایت نامہ ہو وہ اسکو کسی کے سامنے لیجا کر ہرگز شرمندہ نہیں ہوسکتا۔ قرآن مجید اور تعلیمات قرآنی عین فطرت انسانی کی ترجمانی ہے۔ انسان کو اس کی فطرت پر واپس لانا اور اس کی فطرت کے دبے اور چھپے ہوئے تقاضوں کو ابھارنا اور اسکے فراموش کردہ سبق کو یاد دلانا اس قدر دشوار کام نہیں ہے جس قدر اس کی فطرت کے خلاف پر اس کو آمادہ کرنا اور غیر فطری کاموں کا اس کو عادی

بنا دینا مشکل کام ہے جس مشکل کام کو شیطانی ترغیب سے غیر مسلم اور غیر مومن انجام دے سکتے ہیں۔ اُس سے کم مشکل کام کو رحمانی ترغیب کا اثر قبول کر کے مومن و مسلم کیوں انجام نہیں دے سکتے۔

پس جب کہ قرآن مجید پر عمل کرنے یعنی اکیلے خدا ہی کی فرمانبرداری کرنے والی چھوٹی سی جماعت پیدا ہو جائے گی تو وہ لازماً ترقی کرے گی اور اُس کی رفتار ترقی غیر معمولی ہوگی اور وہ دیکھتے ہی دیکھتے ربع مسکون کا احاطہ کر لے گی جیسا کہ دُنیا دیکھ چکی ہے کہ اسلام کس سُرعت کے ساتھ دُنیا پر چھا گیا تھا۔ ہدایت نامہ غیر متغیر اور محفوظ ہے اُس میں ترمیم و تنسیخ کا کوئی امکان نہیں اور اسی کی اطاعت ہر کہ و مہ پر فرض ہے، لہٰذا اُسکے ماننے والوں اور اسکے احکام کی تعمیل کرنیوالونکا متحد و متفق رہنا لازمی ہے اس لیئے کہ ایسی جماعت میں گروہ بندی اور جتھے بازی کا کوئی امکان ہی نہیں، قرآن مجید خود اپنے اندر ایسی زبردست طاقت رکھتا ہے کہ وہ کسی دوسرے کی اعانت و وکالت کا محتاج نہیں وہ ایسا حق ہے کہ جو اُس سے ٹکراتا ہے اُسکو چور چور کر دیتا ہے اور جو اُس سے تعلق پیدا کرتا ہے اُس کو مضبوط اور پائدار بنا دیتا ہے اسکے اندر منتشر اجزا کو ملا کر ایک بنا دینے اور پراگندگی کو دُور کر کے مضبوط جماعت تیار کر دینے کی خاصیت ہے۔ اُس میں کالے گورے، امیر غریب، ضعیف و قوی، مشرقی و مغربی اور ایرانی و ہندوستانی کے لیئے کوئی امتیازی سلوک جائز نہیں حقوق سب کے محفوظ، جانیں سب کی محفوظ، مال سب کے محفوظ، عزتیں سب کی محفوظ، پھر جتھے بندی ہو تو کیوں ہو۔ اسلام اور اُس کا قانون کسی مالا یطاق عمل کی تکلیف نہیں دیتا، کسی نا قابل فہم اور خلاف فطرت انسانی عقیدے کے تسلیم کرنے کی فرمایش نہیں کرتا۔ ساری دُنیا اور تمام کائنات کا ایک ہی خالق و مالک ماننا اور اُسی واحد و لاشریک کی اطاعت کا حکم دیتا ہے اور اسی طرح نوع انسانی میں وحدت اور الٰہی سلطنت قایم ہو سکتی اور نسل انسانی امن و امان کے ساتھ اپنی زندگی بسر کر سکتی ہے۔

بخلاف اسکے شیطان الگ الگ بہت سے خداؤں کے ماننے کی ترغیب دیتا اور انسان کو بہت سے باطل خداؤنکا پرستار بنانا چاہتا ہے، چنانچہ اُسنے بہت سے گروہ اور بہت سے جتھے قایم کر دیئے، سب کے قوانین الگ الگ، سب کے عقائد جدا جدا، سب کے اعمال علیحدہ علیحدہ، سب نے جدا جدا پیشوا بنا رکھے ہیں اور ہر ایک پیشوا اپنے اپنے جتھے کو لیئے ہوئے پھر رہا اور دوسروں کو اپنا دشمن

سمجھ رہا ہے، اسی لیے دُنیا میں فساد و ہنگامہ برپا ہے مسلمان کہلانیوالوں نے قرآن مجید کو پس پشت ڈالدیا۔ قرآن کے نظروں سے اوجھل ہوتے ہی اور انسانی دماغ کے مجوزہ قوانین کے زیرِ عمل آتے ہی مسلمانوں میں تشتت وافتراق اور ذہنی کمزوری نے راہ پائی اور شیطان کی من مانی مُراد برآئی۔ اِس سے بڑھ کر مسلمانوں کی اور کیا بدنصیبی ہوسکتی ہے کہ وہ آلٰہی و آسمانی ہدایت کو چھوڑ کر انسانی اور زمینی تدبیروں کے پیچھے اپنے اوقات خراب کر رہے اور بجائے اسکے کہ سچے خدا اور پروردگار برحق سے تعلق پیدا کرتے جھوٹے اور زمینی خداؤں کی طرف جھک گئے اور انھیں کے پیچھے پڑے پھر رہے ہیں وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ الَّذِي آتَيْنَاهُ آيَاتِنَا فَانسَلَخَ مِنْهَا فَأَتْبَعَهُ الشَّيْطَانُ فَكَانَ مِنَ الْغَاوِينَ ۝ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنَاهُ بِهَا وَلَٰكِنَّهُ أَخْلَدَ إِلَى الْأَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوَاهُ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ إِن تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ أَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَث ۚ ذَّٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ۝ (الاعراف۔ رکوع ۲۲)

نسل انسانی امن کی خواہان اور فطرت انسانی فساد وعناد سے انکار کرتی ہے ایسی حالت میں اُسکے درد کی سب سے بہتر دوا قرآن مجید ہی پیش کر سکتا ہے، لہٰذا آجکل کے مُسلمانوں کے لیے سوچنے اور غور کرنے کا موقع ہے کہ اُنھوں نے قرآن مجید کی تعلیم و دعوت کو خود سمجھا اور اُس پر عمل کیا اور دوسروں کو سمجھایا یا نہیں یقیناً اسکا جواب نفی میں ہے۔

قرآن مجید کی زبان کا سیکھنا انگریزی زبان کے سیکھنے سے زیادہ مشکل نہیں قرآن مجید کا سمجھنا بی اے۔ اور ایم اے کے کورسوں میں امتحان پاس کرنے سے زیادہ دُشوار نہیں وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ قرآن مجید کی صاف اور بے اغلاق تعلیم کا ذہن نشیں کرنا فلسفہ و منطق و فقہ کی موشگافیوں سے زیادہ محنت طلب اور دماغ سوز نہیں۔ جب کہ قرآن مجید کی طرف سے مسلمانوں کی غفلت و بے پروائی انتہا کو پہونچی ہوئی ہے، اور اُنکے عربی و اسلامی مدارس تک تعلیم قرآنی سے خالی ہیں تو ایسی غافل از قرآن بلکہ دُشمنِ قرآن قوم اگرچہ وہ مُسلمان ہی کہلاتی ہو اِس قابل کہاں ہے کہ پادشاہت کے خواب دیکھے اور آلٰہی حکومت قایم کرسکے۔

آلٰہی حکومت کے وارث وہی لوگ ہوا کرتے ہیں جو خدا و رسول کے کامل متبع ہوں، آلٰہی

حکومت ہمیشہ اُن لوگوں کو ملا کرتی ہے جن میں صلاحیت یعنی فرمانبرداری الٰہی اور صبر و استقامت کی طاقت موجود ہو، انفاق فی سبیل اللہ اور ہر قسم کی جانی و مالی قربانی کا حوصلہ رکھتے ہوں اور رضائے الٰہی کے سوا اپنے لیئے کچھ نہ چاہتے ہوں۔ جو لوگ الٰہی سلطنت کے وارث ہوتے ہیں اور جن کو خدا تعالےٰ خلافت عطا فرماتا ہے اُنکے صفات قرآن مجید نے بیان فرمادیئے ہیں۔ ان صفات کا پیدا کرنا مسلمانوں کا کام اور سلطنت و حکومت کا عطا فرمانا خدا کا کام ہے۔ ضرورت اس کی ہے کہ وہ صفات پیدا کرلی جائیں سلطنت ضرور بالضرور مل جائے گی اور خدا تعالےٰ اُسکے ملنے کا سامان خود پیدا کردیگا:-

وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ ۝ (الروم۔ رکوع ۵)	اور صاحب ایمان لوگوں کی مدد کرنا ہمیشہ ہم پر لازم ہے۔

ان صفات کے پیدا کیئے بغیر حکومت و سلطنت کو اپنی چالاکیوں اور فریبوں سے حاصل کرنے کی کوشش کرنا سراسر بیہودگی و حماقت ہے جناب مولانا ابوالکلام آزاد نے ایک جگہ مسئلہ زکوٰۃ پر بحث کرتے ہوئے کیا خوب لکھا ہے کہ:-

اُسلام نے اجتماعی زندگی کا ایک پورا نقشہ بنایا تھا جہاں اُسکے چند خانے بگڑے سمجھ لو پورا نقشہ بگڑ گیا چنانچہ اس ایک نظام کے فقدان نے مسلمانوں کی پوری اجتماعی زندگی مختل کردی ہے۔ لوگ اصلاح کے لیئے طرح طرح کے ہنگامے بپا کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں انجمنوں اور قومی چندوں کے ذریعے وقت کی مشکلوں اور مصیبتوں کا علاج ڈھونڈ نکالینگے حالانکہ مسلمانوں کے لیئے اصلی سوال یہ نہیں ہے کہ کوئی نیا طریقہ ڈھونڈھ نکالیں، سوال یہ ہے کہ اپنے گم گشتہ طریقہ کا کھوج لگائیں ؎

درازیٔ شب و بیداریٔ من این ہمہ نیست
ز بخت من خبر آرید تا کجا خفتست

مسلمانوں نے کوئی خاص اسلامی عمل ہی ترک نہیں کردیا ہے بلکہ ان کی پوری زندگی غیر اسلامی ہوگئی ہے۔ ان کی فکری حالت غیر اسلامی ہے اُنکی عملی رفتار غیر اسلامی ہے اُن کا دینی زاویۂ نگاہ غیر اسلامی ہوگیا ہے وہ اگر اسلامی احکام پر عمل بھی کرنا چاہتے

ہیں تو غیر اسلامی طریقہ سے اور یہ دینی تنزل کی انتہا ہے "فَمَا لِهٰٓؤُلَاۤءِ الْقَوْمِ لَا یَكَادُوْنَ یَفْقَهُوْنَ حَدِیْثًا "

جس طرح خدا تعالےٰ نے قرآن مجید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کو مثیل موسیٰ فرمایا ہے اسی طرح آنحضرت صلعم نے اپنی اُمت کو اُمت موسوی (بنی اسرائیل) سے مشابہ قرار دیا ہے۔ بنی اسرائیل پر جو کچھ گزر چکا ہے وہ سب کچھ مسلمانوں کو بھی پیش آنا تھا لہٰذا قرآن مجید میں بنی اسرائیل کی غلامی و تباہی کے دُور کرنے اور اُنکو فرمانروا بنانے کی جو تدبیر بیان کی گئی ہے وہی تدبیر مسلمان بھی آج استعمال کر کے ہندوستان میں اپنی موجودہ غلامی و تباہ حالی کو دُور کر سکتے، اور سلطنت الٰہی کے وارث بن سکتے ہیں۔

وہ تدبیر کیا ہے؟ قرآن مجید فرماتا ہے:- قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِیْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ یُوْرِثُهَا مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ ○ قَالُوْۤا اُوْذِیْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِیَنَا وَمِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ یُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَیَسْتَخْلِفَكُمْ فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرَ كَیْفَ تَعْمَلُوْنَ ○ (الاعراف - ۱۵)

موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ خدا تعالےٰ سے مدد مانگو اور ثابت قدمی سے کام لو بلا شبہ زمین کی بادشاہت صرف خدا ہی کے لیے ہے وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اسکا وارث بنا دیتا ہے اور انجام اُنہیں کا بہتر ہوتا ہے جو تقویٰ شعار ہوتے ہیں انھوں نے کہا کہ تیرے آنے سے پہلے بھی ہم کو دُکھ دیا گیا اور تیرے آنے کے بعد بھی ہم ستائے جا رہے ہیں موسیٰ نے کہا کہ قریب ہے تمہارا رب تمہارے دُشمن کو ہلاک کر دے اور تم کو زمین میں بادشاہ بنائے پھر دیکھے کہ تم کیسے اعمال بجا لاتے ہو۔

پس معلوم ہوا کہ استعانت باللہ یعنی خدا تعالےٰ سے مدد مانگنا اور خدا تعالےٰ کے سوا کسی دوسرے پر بھروسہ نہ کرنا اور ثابت قدمی سے کام لینا یعنی حق پر قایم رہ کر مشکلات کے مقابلے میں ہمت نہ ہارنا اور تقویٰ شعاری یعنی برائیوں سے بچنا اور بھلائیوں کو ترک نہ کرنا خلافت فی الارض کے حصول کی اُصولی تدابیر ہیں آج بھی اپنی تدابیر پر عامل ہو کر مسلمان غلامی سے رستگاری حاصل کر سکتے اور سلطنت کی وراثت کے حقدار اپنے آپ کو بنا سکتے ہیں۔ اسی اُصول کو سورۃ العصر کے ان الفاظ میں بیان فرمایا وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ

وتواصوا بالصبر یعنی خسران اور نقصان و زیان سے محفوظ رہنے والوں کی علامت یہ ہے کہ وہ حق یعنی کتاب آلہٰی کے نہ صرف خود ہی پورے پورے متبع ہوتے ہیں، بلکہ دوسروں کو بھی اس کی اتباع کی ترغیب و تبلیغ کرتے رہتے اور اِس اطاعت آلہٰی کی وجہ سے جو مشکلات لازماً پیش آتی ہیں اُنکے مقابلے میں صبر و استقامت سے کام لیتے اور اپنے ساتھیوں کو بھی ثابت قدمی کی ترغیب و تاکید کرتے رہتے ہیں۔ یہی معلوم ہوا کہ وہ ایک جماعت بنکر رہتے اور اپنی جماعت کے افراد کیطرف سے غافل نہیں رہتے بلکہ ایک دوسرے کو مدد پہنچاتے اور ہمت بندھاتے رہتے ہیں پھر فرمایا:۔

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ (بقرہ ۔ ۵)	اور صبر اور نماز کے ذریعہ مدد طلب کرتے رہو۔
وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ٥ (آل عمران ۔ رکوع ۱۴)	اور نہ سُست بنو اور نہ غمگین ہو اور تم ہی غالب رہوگے بشرطیکہ تم مومن ہو
وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ٥ (آل عمران ۔ ۹)	اگر تم صبر سے کام لو اور تقویٰ اختیار کرو تو بے شک یہ بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہے۔
يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ٥ (آل عمران ۔ رکوع ۲۰)	اے لوگو جو ایمان لائے ہو صبر کرو اور مقابلہ میں بڑھکر صبر دکھاؤ اور حفاظت کرو اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو تاکہ تم کامیاب ہو۔
وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ٥ (المائدہ ۔ رکوع ۸)	اور جو کوئی اللہ اور رسول کو اور اُنکو جو ایمان لائے دوست بناتا ہے تو یقیناً اللہ کی جماعت ہی غالب ہے۔

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ ۝ إِنَّ فِي هَٰذَا لَبَلَاغًا لِّقَوْمٍ عَابِدِينَ ۝ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ۝ قُلْ إِنَّمَا يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ فَهَلْ أَنتُم مُّسْلِمُونَ ۝ فَإِن تَوَلَّوْا فَقُلْ آذَنتُكُمْ عَلَىٰ سَوَاءٍ ط وَإِنْ أَدْرِي أَقَرِيبٌ أَم بَعِيدٌ مَّا تُوعَدُونَ ۝ (الانبیاء۔ رکوع ۷) (ترجمہ۔ اور ہم نے زبور میں نصیحت کے بعد لکھ دیا تھا کہ زمین کے وارث میرے صالح بندے ہونگے یقیناً اس میں عبادت کرنیوالے لوگوں کے لیئے پیغام ہے اور ہم نے تجھے تمام اقوام کے لیئے رحمت بنا کر بھیجا ہے، کہو میری طرف یہی وحی کی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی ہے، پس تم اللہ کے فرمانبردار رہتے ہو، پھر اگر یہ لوگ پھر جائیں تو کہہ دو کہ میں نے تمہیں انصاف کی بات کہہ کر خبردار کر دیا ہے اور میں نہیں جانتا کہ وہ قریب ہے یا دور ہے جسکا تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے) صلح کے معنی سنورنا اور سنوارنا ہیں۔ صالح وہ شخص جو اپنے آپ کو نیک بنالے اور دوسروں کے بھی نیک بنانے کی قابلیت پیدا کرے۔ اسکے مقابلے میں مفسد وہ جو خود بھی بگڑ جائے، اور دوسروں کو بھی بگاڑے، معلوم ہوا کہ خدائی قانون یہ ہے کہ حکومت الٰہی کے وارث وہ لوگ ہوتے ہیں جن کا اعتقاد و عمل صحیح اور برحق ہوتا ہے وہ لوگ وارث حکومت الٰہی نہیں ہوسکتے جو اعتقاد و عمل میں برسرِ حق نہ ہوں اور احکام الٰہیہ کے متبع نہ ہوں۔

اب بڑی آسانی سے ہر شخص سوچ سمجھ سکتا ہے کہ مسلمانوں سے حکومت و سلطنت کیوں چھن گئی اور مسلمانوں کو کس طرح حکومت و سلطنت مل سکتی ہے اور مسلمانوں کو حکومت و سلطنت کے حاصل کرنے کے لیئے اب کیا کرنا چاہیئے۔

والسلام

اکبر شاہ خان
نجیب آباد

۱۲ مئی ۱۹۳۷ء

مکتبۂ عبرت کی فروختنی کتابیں

نظام سلطنت | عہد حاضر کی وہ معرکۃ الآرا تصنیف ہے جسنے ناقابل انکار دلیلوں اور تاریخی حقیقتوں سے ثابت کردیا ہے کہ دُنیا کے تمام حکومتی نظام انسان کو حقیقی امن وراحت اور عدل ومساوات دینے میں ناکام ہوچکے ہیں. صرف اسلام کا نظام سلطنت ہی اب دُنیا میں حقیقی امن راحت اور اخوت ومساوات قایم کرسکتا ہے یہ کتاب سیاسی اعتبار سے ذہن ودماغ میں انقلاب برپا کررہی ہے اور مسلمانوں کے سامنے ایک نئی شاہراہ فکر وعمل کھول رہی ہے اور اس کا مطالعہ ہر اس مسلم اور غیر مسلم کے لیے ضروری ہے جو دنیا میں امن وراحت اور سربلندی کے ساتھ زندگی بسر کرنا چاہتا ہے اس کتاب پر مولانا حسین احمد صاحب شیخ الهند، مولانا کفایت اللہ صاحب صدر جمعیۃ العلماء، ڈاکٹر سر محمد اقبال وغیرہ مشاہیر ہند اور مدینہ بجنور، انقلاب لاہور، زمیندار لاہور، رہبر دکن حیدرآباد، سرگزشت علی گڑھ وغیرہ اخبارات نے نہایت شاندار ریویو لکھے ہیں اور اس کو ہندوستان کی بہترین تصنیف بتایا ہے، اس کتاب کی انگریزی زبان میں ترجمہ کرنیکے لیے کئی صاحبوں نے اجازت طلب کی ہے، طباعت وکتابت نہایت نفیس ضخامت سواتین سو صفحات، کاغذ نہایت اعلیٰ اور قیمت صرف ڈھائی روپیہ (عہ) محصولڈاک الگ ہے

آئینہ حقیقت نما (جلد اول) | ہر ایک پڑھا لکھا شخص اس بات سے واقف ہوگا کہ غیر مسلم اور غیر ملکی مورخین نے غلط بیانیوں اور چالاکیوں سے کام لیکر اسکولوں اور کالجوں کے لیے ایسی کتابیں ہندوستان کی تاریخ کے متعلق لکھیں جن کو پڑھ کر ہندو اور مسلمان دونوں قوموں میں نفرت وعداوت نے خوب ترقی کی سب سے زیادہ مسلمان فرمانرواؤں کے متعلق جھوٹے افسانے تراشے گئے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام ملک کی فضا مکدر ہوگئی، اس طلسم کو توڑنے اور پاش پاش کرنے کے لیے مورخ اسلام مولانا اکبر شاہ خاں صاحب مد ظلہ نے سنہ ۱۹۲۶ء میں یہ کتاب تصنیف کرکے شائع کی، اڈیٹر صاحب زمیندار نے اس کی نسبت لکھا ہے کہ "اردو زبان میں اپنی نوعیت کی سب سے پہلی مستقل تصنیف ہے جسکے مطالعہ سے عام تاریخی غلط فہمیوں اور غلط بیانیوں کا قطعی طور پر ازالہ ہوجاتا ہے"۔ قاضی بدر الحسن صاحب جلالی بی اے اڈیٹر اخبار مدینہ نے لکھا ہے کہ "آئینہ حقیقت نما" نہ صرف ایک مستند اور صحیح تاریخ ہے بلکہ مغربی مورخوں کی غلط بیانیوں کا ایک آئینہ ہے جسکے اندر انکی زشت رُوئی صاف ظاہر ہے" مولانا خلیل الرحمن صاحب اڈیٹر اخبار الخلیل بجنور نے لکھا ہے کہ "یہ کتاب ہندوستان کے اہم ترین مسئلہ ہندو مسلم منافقت کے اصلی مرض کی تشخیص اور اسکے صحیح علاج یعنی تاریخی غلط فہمیوں کے

ازالہ پر لکھی گئی ہے، قابل مصنف نے ملک کی بہترین خدمت کی ہے" جریدۂ امارت پھلواری کے فاضل اڈیٹر نے لکھا ہے کہ "ہمارے خیال میں اس قدر شرح وبسط کے ساتھ اب تک کوئی تاریخ نہیں لکھی گئی تھی مصنف نے ملک قوم کی ایک بہت اہم خدمت انجام دی ہے" صفی الدولہ حسام الملک نواب علی حسن خاں صاحب ناظم ندوۃ العلماء نے لکھا ہے کہ "یہ عزیز الوجود کتاب مذہبی وسیاسی وتاریخی حیثیت سے سلاطین ہند کی ایک جامع وقابل دید تاریخ ہے اور ہندو مسلمان دونوں کے لیے اسکا مطالعہ ازحد ضروری ہے"

قیمت فی جلد عہ محصول ڈاک ۷ر (بہت تھوڑی جلدیں باقی ہیں)

مقدمہ تاریخ ہند قدیم | یہ کتاب اسقدر زیادہ ضروری اور اہم بنیادی مسائل پر مشتمل ہے اور اسمیں ساری دُنیا کی اقوام وممالک مذاہب وعلوم کا خلاصہ آگیا ہے کہ انسان حیران رہ جاتا ہے کہ کس طرح چند صفحات میں وہ صحیح معلومات فراہم ہوگئیں جو ہزارہا کتابوں کے پڑھنے کے بعد بھی انسان کو میسر نہیں آسکتی تھیں، کتاب کو ہاتھ میں لیکر ختم کیے بغیر ان کو کھانا پینا دوبھر ہوجاتا ہے، اس کتاب سے جسطرح کالج کے ذی علم پروفیسر فائدہ اُٹھاسکتے ہیں اسی طرح ایک معمولی طالب علم بھی مستفید ہوسکتا ہے، یہ کتاب درحقیقت تاریخ عالم کی کلید ہے، اس کی ضرورت وعظمت کا صحیح اندازہ . . . . صرف مطالعہ ہی سے ہوسکتا ہے، اس کتاب کی نسبت مولانا عبدالرزاق صاحب ملیح آبادی نے اپنے اخبار ہند جدید کلکتہ میں لکھا ہے کہ "اس کتاب کے مباحث اپنی جگہ بہت ہی مفید اور بہت ہی دلچسپ ہیں اور کتاب کو شروع کرنے کے بعد ہم ختم کیے بغیر اسے کسی طرح نہ چھوڑ سکے۔ آریہ قوم کی تحقیق سے آخر تک جتنی بحثیں ہیں دلچسپ ہونے کے ساتھ محققانہ وعالمانہ ہیں ہر بحث میں بکثرت معلومات جمع کر دیے گئے ہیں اور ہمیں مطلق شک نہیں کہ یہ کتاب تاریخ کے ہر طالب علم کے لیے بہت ہی مفید ثابت ہوسکتی ہے"، مولانا نصر اللہ خاں صاحب عزیز سابق چیف اڈیٹر مدینہ نے لکھا ہے کہ "اس کام کے لیے وہی مورخ تیار ہوسکتا تھا جو تاریخ نویسی کو اپنے ذوق کی تسکین کے ساتھ خدمت خلق اور حمایت ملت قرار دیتا ہو، خدا کا شکر ہے کہ مورخ اسلام مولانا اکبر شاہ خاں نجیب آبادی نے اس خدمت کو خدا کی رضاجوئی اور وطن کی خدمت کے لیے اختیار کرلیا۔ مولانا محترم کو جس قدر جگر کاوی اور دماغ سوزی کرنی پڑی ہوگی اس کا اندازہ لگانا دشوار ہے مولانا مورخ ہی نہیں مجاہد بھی ہیں وہ کام کی مشکلات سے نہ گھبرائے اور خدا پر بھروسہ کرکے مصروف کار رہے، یہ کتاب علم تاریخ پر ایک نہایت پُرمغز تبصرہ ہے اور جس طرح علامہ ابن خلدون کا مقدمہ تاریخ اُنکی تاریخ سے زیادہ شاندار ہے اسیطرح ہندوستان کے عہد قدیم کی تاریخ کے علمی اصولوں کے اعتبار سے یہ مقدمہ مہتم بالشان ہے۔ قیمت فی جلد ڈیڑھ روپیہ محصول ڈاک ۷ر

معیار العلماء پیشہ ور مولویوں اور علماء سوء کے گروہ نے اسلام کو بے عزت و رسوا بنانے میں سب سے زیادہ حصہ لیا ہے۔ ان شکم پرور واعظوں اور نفس پرست پیروں کی گرفت سے عوام کو آزادی دلانے اور علمائے حق کے لیے میدانِ عمل کو صاف بنانے کے لیے یہ کتاب سب سے بہتر سامان ہے مولانا محمد عثمان صاحب فارقلیط چیف اڈیٹر اخبار الجمعیۃ دہلی نے لکھا کہ "ضرورت تھی کہ عوام کی اسلامی ذہنیت کو بیدار کرنے اور عالم نما جاہلوں کے مکر و فریب سے بچانے کے لیے مسلمانوں کے ہاتھوں میں ایک ایسی کسوٹی دیجاتی کہ وہ ایک ہی نظر میں تاڑ جائیں اور علمائے حق کو انکی شان کے مطابق جگہ دیں، مولانا اکبر شاہ خاں مستحق تبریک ہیں کہ انھوں نے اس مشکل کو حل کرنے کے لیے معیار العلماء شائع فرمائی اور مسلمانوں کی ایک اہم ضرورت کو پورا کردیا"۔ انگریزی اخبار لائٹ لاہور نے لکھا کہ "جو لوگ اسلام کے سچے شیدائی ہیں وہ جب معیار العلماء کی ایک ایک جلد خرید کر پڑھینگے تو انکو محسوس ہوگا کہ ہمنے اس کتاب کے خریدنے میں اپنے روپے کا نہایت صحیح استعمال کیا ہے یہ کتاب آجکل کے ریاکار مولویوں کے چہرے سے نقاب اُٹھاکر انکی صحیح اور اصلی صورت دکھا دیتی ہے"۔ اخبار ایمان بٹی ضلع لاہور نے لکھا کہ "یہ کتاب عالم اور غیر عالم سب کے لیے یکساں مفید ہے اس سے علماء کو اپنی کمزوریوں کا علم ہوگا اور عام مسلمانوں کو علماء کے پرکھنے کا موقع ملے گا ہم فاضل مصنف کی خدمت میں ہدیہ مبارکباد پیش کرتے ہیں مسلمانوں کو اس اہم کتاب کا ضرور مطالعہ کرنا چاہیے"۔ جناب ڈاکٹر برکت علی صاحب رئیس سہارنپور نے لکھا ہے کہ "یہ کتاب مجھ کو بیحد پسند آئی اس کتاب کی اشاعت عوام الناس میں ہونی ضروری ہے تاکہ لوگ علمائے حق اور علمائے سوء میں فرق کرسکیں اور بدباطن لوگوں کے چنگل میں پھنس کر اسلام میں دھڑا بندی کرنے سے مامون رہ سکیں میں آپ کی جرأت پر مبارکباد دیتا ہوں اور دس روپیہ کا ادنیٰ ہدیہ بھیج رہا ہوں یعنی میری طرف سے آپ چند بزرگوں کو یہ کتاب بھیجکر مشکوریت کا موقع دیں"۔

قیمت مجلد ایک روپیہ محصولڈاک ۷ ر

حجۃ الاسلام غیر مسلموں اور غیر مسلموں سے بڑھ کر خود مسلمانوں کو حقیقتِ اسلام سے واقف بنانے اور غیر مسلموں کو مسلمان بنانے اور تبلیغ اسلام کا بہترین طریقہ سکھانے کی سخت ضرورت کا احساس کر کے یہ کتاب ۱۹۲۵ء میں پہلی مرتبہ شائع کی گئی ۱۹۲۷ء میں اس کا دوسرا اڈیشن شایع ہوا جو فوراً ختم ہوگیا۔ اب یہ کتاب عرصے سے نایاب تھی اور اس کی طلب و خواہش میں مسلسل خطوط آرہے تھے، مکتبہ نے حال ہی میں اس کا تیسرا اڈیشن چھپوایا ہے پہلے دونوں اڈیشنوں کی قیمت ڈیڑھ روپیہ فی جلد تھی لیکن اس تیسرے اڈیشن کی قیمت صرف ۔۔۔ فی جلد رکھی گئی ہے، یہ تیسرا اڈیشن مصنف کی نظرثانی کے بعد چھپوایا گیا ہے اور اپنی افادیت

میں پہلے اڈیشنوں پر فایق ہے، مگر اسکا کاغذ کسیقدر ہلکا ہے اسیلئے قیمت کم کر دیگئی ہے اس کتاب کی نسبت ڈاکٹر اقبال نے لکھا ہے کہ "اس سے بہتر کتاب شاید ہی لکھی گئی ہو۔ یہ اس زمانے کے لیے نہایت ہی ضروری چیز ہے" مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی نے لکھا کہ "آپنے اسوقت اسلام کی بہت ہی بڑی خدمت انجام دی ہے یہ نہایت ہی نافع اور بکار آمد کتاب ہے" مولانا سید عبدالماجد صاحب مرحوم نے لکھا کہ "ہر مخالف سے مخالف شخص اس کتاب کو ٹھنڈے دل سے پڑھ سکتا ہے اور اس پر اسلام کی حجت پوری ہوسکتی ہے" ڈاکٹر کچلو نے لکھا کہ "اس کتاب کو اسکولوں اور کالجوں کے نوجوان طلبا کے ہاتھ میں دیا جائے تو نہایت ہی عظیم الشان نتائج پیدا ہوسکتے ہیں" اخبار زمیندار نے لکھا ہے کہ "یہ کتاب غیر مسلموں کے ہاتھوں میں بھی پہونچانی چاہیے۔ تاکہ انکے آئینۂ دل پر محاسن اسلام کے نقوش مرتسم ہوں اور کم از کم ان میں رواداری اور بے تعصبی کی روح پیدا ہوسکے" قیمت فی جلد ایکروپیہ محصولڈاک ۷ر

احقاق حق | جس زمانہ میں ہندوستان کے مشہور لیڈر مہاتما گاندھی کی سوانحعمری کا ترجمہ تلاش حق کے نام سے دو جلدوں میں جامعہ ملیہ دہلی سے شائع ہوا اور مسلمانوں نے کثرت سے اس سوانحعمری کو مطالعہ کیا تو برادر محترم مولانا محمد ادریس خاں صاحب کو یہ بات محسوس ہوئی کہ بہت سے ایسے مسلمان جو اپنے مذہب سے ناواقف اور گاندھی جی کی سیاسی عظمت سے مرعوب ہیں اس کتاب کے مطالعہ سے غلط فہمیوں میں مبتلا ہوسکتے ہیں۔ لہٰذا ایسے مسلمانوں کو غلطی میں مبتلا ہونے سے بچانے کے لیے انھوں نے احقاق حق کے نام سے ایک رسالہ لکھ کر مولانا اکبر شاہ خاں مدظلہ کی خدمت میں پیش کیا اور انھوں نے اس کو پڑھکر اور اس میں اصلاح و ترمیم بھی فرماکر اسکے شائع کرنیکی اجازت دی، مکتبہ عبرت نے اس کو شائع کیا۔ اس رسالہ سے قوم کو بہت فائدہ پہونچا اور گاندھی جی کی بعض کمزوریاں جنکا ظاہر ہونا ضروری تھا لوگوں کی سمجھ میں آگئیں۔ اسی طرح اگر تھوڑے سے ساتھ با اثر لیڈروں کی کمزوریوں کو بھی ظاہر کردیا جائے تو ملک و قوم کو بہت فائدہ پہونچ سکتا ہے اور یہ اخلاقی جرأت کا کام ہے، مصنف ممدوح کی یہ اخلاقی جرأت قابل تحسین ہے انھوں نے گاندھی جی پر کوئی بیجا حملہ ہرگز نہیں کیا ہے اور جو کچھ لکھا ہے اس کی خوبی مطالعہ سے ظاہر ہوجاتی ہے یہ ایک منصفانہ اور عالمانہ تنقید ہے اور مسلمانوں کے لیے خاص طور پر قابل مطالعہ ہے، اس میں گاندھی جی کے مذہبی عقائد و اعمال پر نظر کی گئی ہے، اُن کی سیاسی و ملکی کاموں پر نظر نہیں ڈالی گئی۔ بڑی دلچسپ چیز ہے قیمت فی جلد ۵ر

لاالہ الااللہ | مسلمانوں میں گورپرستی۔ پیرپرستی، عجائب پرستی اور اکابر پرستی و اسلاف پرستی کی شکل میں شرک نے دخل پاکر جس طرح قوم کو مسموم و ناکارہ بنادیا اور مسلمانوں کے قوائے ذہنی و

دماغی کو حسرت انگیز طور پر ماؤف کر دیا ہے، کسی سے پوشیدہ نہیں عام مسلمانوں اور مسلم عوام کے جاہل طبقوں کی اس خطرناک حالت کی اصلاح کے لیئے کچھ نہ کچھ کوشش ضرور ہونی چاہیئے تھی۔ حضرت مولانا مولوی محمد اسمعیل صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب تقویۃ الایمان کا کثرت سے مسلمانوں کو مطالعہ کرانا بہت مفید ثابت ہوا ہے۔ لیکن تقویۃ الایمان کی زبان کو بعض لوگ قابل اصلاح بتاتے ہیں۔ نیز اس میں بعض اُن مشرکیہ باتوں اور رسموں کا ذکر نہیں ہے جو تقویۃ الایمان کی تصنیف کے بعد ایجاد ہوئیں ان سب باتوں پر غور کرنے کے بعد مولانا اکبر شاہ خاں صاحب مدظلہٗ نے برادر معظم مولوی محمد ادریس خاں صاحب کو ایک کتاب لکھنے پر مامور کیا۔ انھوں نے یہ کتاب لکھی اور مولانا ممدوح نے اس میں اصلاح و ترمیم کی اور مکتبہ عبرت نے اس کو شائع کیا۔ اس کتاب کا انداز بیان نہایت دلچسپ اور طرز استدلال نہایت قوی اور تسکین بخش ہے، مشاہیر علماء نے اس کتاب کو اپنی افادیت کے اعتبار سے بے نظیر اور تقویۃ الایمان کا مثنیٰ قرار دیا ہے۔ شرک کی جڑ کاٹ ڈالنے اور توحید پر قایم کرنے کے لیئے نہایت قیمتی چیز اور معمولی اردو خوان کے زیر مطالعہ رہنے کی قابل کتاب ہے قیمت فی جلد علاوہ محصول ڈاک ۵ر

نواب امیر خاں ہندوستان کے اندر جس زمانے میں انگریز اپنی شہنشاہی قایم کر رہے تھے اور ہندوستان کے روسا ازراہ غفلت و تن آسانی یکے بادیگرے اپنے آپ کو انگریزوں کی حفاظت و سیادت کے ماتحت لا رہے تھے صرف ایک نواب امیر خاں ہی تھے جنھوں نے اُس زمانے کے ہندوستان کی سیاسی آب و ہوا کو پہچانا اور اس ملک کی آزادی کے لیئے موثر کوششیں کیں۔ دکن و مرہٹے سے لیکر کوہ ہمالہ اور پنجاب و راجپوتانہ و کاٹھیاواڑ تک قریباً تمام ہندوستان کو اپنا جولانگاہ بنایا اور شجاعت و بہادری، رحمدلی، خداترسی، پاس عہد، وفاداری اور عالی ہمتی کے حیرت انگیز نمونے دکھلائے اور ہندو مسلم اتفاق کی ضرورت کو محسوس کر کے اپنے عمل سے اپنی مآل اندیشی و دُور بینی کا ثبوت پیش کیا اور انگریزوں کے دلوں میں ہندوستانی شجاعت کی دہاک بٹھا دی، دُنیا اس بہادر سپہ سالار کی صحیح تصویر سے ناواقف تھی۔ مولانا ممدوح نے نواب امیر خاں کی یہ مستند سوانحمری لکھ کر ملک پر احسان کیا ہے قیمت ۵ر محصول ڈاک علاوہ

حج بیت اللہ ہندوستان میں ابتک بہت سے رسالے اُردو زبان میں حج کعبہ کے متعلق شائع ہو چکے ہیں جن میں بعض سفر حج کے سفرنامے ہیں بعض اعمال وارکان حج کی تعلیم پر مشتمل ہیں بعض میں وہ تمام دعائیں جو حج کے ایام میں مختلف مواقع پر پڑھی جاتی ہیں جمع کر دی گئی ہیں۔